

اَغْنِهِمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَمَصْلِهِ (القرآن)

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا

رسول اللہ کا منصب رسالت قرآن کریم کی روشنی میں

اللہ رسول کافی میں

اللہ رسول کافی میں

تالیف

ندیم بن صدیق اسلمی

تالیف

ندیم بن صدیق اسلمی

فاضل انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی - اسلام آباد

اولسی ہاٹ میڈیٹال

پینپلز کے لوتی گوجرانوالہ 0333-8173630

اغنيهم الله ورسوله من فضله (القرآن)
اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا

رسول اللہ ﷺ کا منصب رسالت
قرآن کریم کی روشنی میں

اللہ اور رسول ﷺ کافی ہیں

تالیف
ندیم بن صدیق اسلمی

﴿تمام حقوق محفوظ ہیں﴾

کتاب کا نام: اللہ اور رسول ﷺ کافی ہیں
تالیف: ندیم بن صدیق اسلمی
کمپوزنگ: علامہ مہر حیات حیدری
نظر ثانی: پروفیسر ڈاکٹر محمد نواز
پروفیسر مرزا بہشت بیگ
کتاب سٹنگ: محمد یوسف چشتی

فہرست

03	1	تاریخ
12	2	مقدمہ
14	3	حرف آغاز
15		باب اول: اللہ و رسول ﷺ سے ربط کا حکم اور انعامات
15	1	اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان
25	2	اللہ اور رسول ﷺ کا ادب
29	3	اللہ اور رسول ﷺ سے محبت
37	4	اللہ اور رسول ﷺ کی حاکمیت
42	5	اللہ اور رسول ﷺ کی حاکمیت تسلیم کرنا ہر حال میں ضروری ہے
45	6	اللہ اور رسول ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے والا مریض یا شکی ہے
46	7	اللہ اور رسول ﷺ کی ولایت
49	8	اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت
52	9	اللہ اور رسول ﷺ کا بلانا
63	10	اللہ اور رسول ﷺ کا حرام کرنا
71	11	اللہ اور رسول ﷺ کے لئے ہجرت
74	12	اللہ اور رسول ﷺ کی رضا
78	13	اللہ اور رسول ﷺ کی عطا
81	14	اللہ اور رسول ﷺ کی شانِ غناء
84	15	اللہ اور رسول ﷺ کا سچا وعدہ
87	16	عزت اللہ و رسول ﷺ اور مومنین کے لیے ہے

باب دوم: اللہ و رسول ﷺ سے اعراض پر حکم سزا

91	1	اللہ اور رسول ﷺ کا انکار
97	2	اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی
97	3	اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کھلی گمراہی ہے
104	4	اللہ اور رسول ﷺ سے عہد شکنی
106	5	اللہ اور رسول ﷺ سے جھوٹ بولنا
108	6	اللہ اور رسول ﷺ کو اذیت دینا
113	7	اللہ اور رسول ﷺ سے استہزاء
116	8	اللہ اور رسول ﷺ سے خیانت
123	9	اللہ اور رسول ﷺ سے عداوت
125	10	اللہ اور رسول ﷺ سے دشمنی
131	11	اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت
	12	اللہ اور رسول ﷺ سے لڑائی
	13	اللہ اور رسول ﷺ کا اظہارِ بیزارى
	14	گستاخ رسول ﷺ کا حکم

تقریظ

صاحبزادہ سید حامد قاروق بخاری
پرنسپل: دارالعلوم محمدیہ غوثیہ ضیاء القرآن کیمپس سعید آباد بوکن شریف کجرات

ایمان، محبت رسول ﷺ سے ہے

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ط وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾
ترجمہ: آپ کہہ دیں! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اللہ نہایت بخشنے والا، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

محبت کی سب سے بڑی علامت اتباع ہے کیونکہ محبت کرنے والا ہمیشہ اپنے محبوب کی پیروی اور موافقت کرنے کی کوشش کرتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو اس کا دعویٰ محبت اپنی اہمیت کھودیتا ہے اسی لئے اللہ رب العزت نے اپنے ساتھ محبت کا دعویٰ کرنے والوں کو آزمانے کیلئے اپنے محبوب نبی ﷺ کی اتباع کا حکم دیا ہے تاکہ جو آدمی حضور نبی اکرم ﷺ کی اتباع اور پیروی کرے گا وہ بارگاہِ صمدیت میں بھی کامیاب ٹھہرے گا اور جو اس اتباع کے معیار کو قائم نہیں رکھے گا وہ اللہ کی بارگاہ میں

وائی خائب و خاسر قرار پائے گا۔

اب یہ بات غور طلب ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کیسے کی جائے؟ آپ کے بتائے ہوئے رستے پر کیسے چلا جائے؟ تو اس سوال کا جواب قرآن کے سوا ہمیں کہیں سے نہیں ملے گا۔ کیونکہ قرآن کلام الہی ہے اور آپ ﷺ کی نبوت کا بین ثبوت ہے اسی لئے قرآن نے حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کو ہمارے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔

جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾^۱

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ کی (ذات) میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کی اتباع اسی صورت میں ممکن ہوگی جب ہم قرآن کو پڑھیں گے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ ہاں! بعض لوگ قرآن سے محبت کے دعوے تو کرتے ہیں لیکن عملاً زندگی میں نبی اکرم ﷺ کی اتباع نہیں کرتے۔ تو اب یہ ان کے ایمان کا امتحان ہے کہ اگر وہ قرآن سے محبت میں سچے ہیں تو نبی اکرم ﷺ کی مکمل پیروی کریں وگرنہ قرآن سے محبت کا دعویٰ چھوڑ دیں کیونکہ جب انسان کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے اپنے محبوب کا کلام بھی محبوب ہوتا ہے اور قرآن کیونکہ اللہ کا کلام ہے تو جو لوگ صرف اللہ سے محبت کے دعوے دار ہیں انہیں اللہ کے کلام قرآن سے بھی محبت کرنی چاہیے کیونکہ محبوب کا جو کلام ٹھہرا۔ اور محبوب کے کلام نے اللہ کی بارگاہ میں محبت کی قبولیت کا معیار فقط حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کو قرار دیا۔

اب محبت کا فطرتی تقاضا یہ ہے کہ محبت اپنے محبوب کی معرفت حاصل کرے اور آپ ﷺ کی پہچان تب ہی ہوگی جب آپ ﷺ کی سیرت اور شمائل کو پڑھا جائے گا کیونکہ آپ ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے جتنا آپ کے علم میں اضافہ ہو گا اتنا ہی اضافہ آپ ﷺ سے محبت میں ہوگا۔

اسی مقصد کے حصول کیلئے محترم القام پروفیسر ندیم بن صدیق نے اس کتاب کو تالیف کیا ہے جتنا بھی مطالعہ کیا دل کو فرحت اور سرور نصیب ہوا۔

پروفیسر ندیم بن صدیق کے ساتھ میرا تعلق مختلف النوع ہے وہ میرے دوست بھی ہیں، بھائی بھی اور ہاں! میرے استاد بھی۔ تو ایک شاگرد اپنے استاد کے علمی کام کے بارے میں کیا رائے دے سکتا ہے لیکن جتنا استاد ندیم بن صدیق صاحب کو میں جانتا ہوں وہ صحیح معنوں میں علم دوست اور وسیع المطالعہ انسان ہیں۔ مزاج میں شنگی اور کلام میں نرمی ان کا خاصہ ہے۔ کتاب ان کی ”صدیق“ اور قلم ان کا ”ندیم“ ہے۔ دل تو چاہ رہا ہے کہ یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دوں اور ان کے بارے میں ایک کتابچہ تحریر کر دوں لیکن ڈرتا ہوں کوئی بھی ایک لفظ اصل مقصد سے ہٹ نہ جائے۔

پروفیسر صاحب نے اس کتاب کا نام ”اللہ اور رسول ﷺ کافی ہیں“ تجویز کیا ہے۔ بڑا عمدہ نام ہے، ٹائٹل میں حد درجہ دلکشی ہے اور ایک مومن کے سچے ایمان کی علامت بھی یہی ہے لیکن اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ”قرآن فہمی“ کا جذبہ بھی پیدا ہوگا اور ”سوز صدیق“ بھی حاصل ہوگا۔ تو اس طرح وہ لوگ جو قرآن کے سہارے نعوذ باللہ نبی ﷺ کی شان میں تنقیص کرتے رہے اب اس کاوش کی بدولت اصل توحید سے روشناس ہوں گے۔

نبی اکرم ﷺ کی محبت اور سیرت پر بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن یہ ایک منفرد انداز تحریر ہے جس میں ہر دلیل فقط قرآن کی آیت اور اس کی تفسیر ہی نظر آئے گی۔ اس حوالہ سے صرف اتنا ہی کہوں گا کہ یہ پروفیسر ندیم بن صدیق کا ہی خاصہ ہے۔

بڑے تو چھوٹوں کو دعائیں دیتے ہیں لیکن چھوٹے تو خود ہر وقت طالب دعا رہتے ہیں۔ اب یہ مشکل آن پڑی ہے کہ چھوٹا بھی ہوں اور دعا بھی دینی ہے کیونکہ یہ عظیم تحقیقی کام اس بات کا تقاضا کر رہا ہے کہ اس جملہ پر اپنی تحریر کو ختم کروں ”اللہ کرے زور قلم اور زیادہ“

صاحبزادہ سید حامد فاروق بخاری
پرنسپل: دارالعلوم محمدیہ غوثیہ ضیاء القرآن کیمپس
سعید آباد بوکن شریف کجرات

☆☆☆☆☆☆

تقریظ

صاحبزادہ مفتی پیر محمد عثمان افضل قادری
ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ عالمیہ نیک آباد
مراڑیاں شریف کجرات

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو انسانیت کی راہنمائی اور اصلاح و فلاح کے لیے مبعوث فرمایا:

﴿لَقَدْ مِّنَ اللَّهِ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ نے مؤمنین میں رسول بھیج کر ان پر احسان عظیم فرمایا۔

اور پھر امت پر آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع اور ادب و محبت کو لازم و ضروری کر دیا۔ اور قرآن مجید میں اندازاً ایسا اپنایا کہ جہاں اپنا ذکر کیا وہاں رسول اللہ ﷺ کا بھی ذکر کیا۔

﴿مَنْ يَطْعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾

﴿فَاتَّبَعُونِي يَحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْلِبُوا فِي دُورِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾

﴿أَحِبُّوا إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾

ان آیات بینات میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اطاعت و محبت کا ذکر فرمایا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے تعلق کو واضح بیان کر دیا۔

اس کے علاوہ بہت سی ایسی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ

ﷺ کی اطاعت و اتباع اور ادب و محبت کے ساتھ حاکمیت و ولایت، عطاء و رضا وغیرہ کو بیان فرمایا اور آپ ﷺ کی نافرمانی و مخالفت اور عدم اتباع کو ممنوع قرار دے کر مخالفین کو شدید وعید سنائی ہے۔

ندیم بن صدیق اسلمی نے ان تمام جہات کو قرآن کریم کی روشنی میں بیان کیا ہے اور بہت دلکش انداز اپنایا ہے جہاں جہاں اللہ و رسول ﷺ کا ذکر اکٹھا آیا ہے ان آیات کو ذکر کیا پھر ان کا شان نزول بیان کیا اور پھر اس کی مقصدیت کو بڑے احسن انداز میں بیان کر دیا۔

ان کی یہ کاوش قابل داد ہے اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے اور ایسی کئی کاوشوں کو مقبول و منظور فرمائے اور ان کے زور قلم میں مزید طاقت و وسعت عطا فرمائے۔ آمین۔

پیر مفتی محمد عثمان افضل قادری
ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ عالمیہ نیک آباد
مراڑیاں شریف کجرات

تقریظ

پروفیسر ڈاکٹر محمد نواز

چیرمین شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف کجرات

اللہ تعالیٰ منعم حقیقی ہے جس نے انسان کو لامحدود نعمتوں سے نوازا اسے کائنات میں جلوہ گر کرنے سے پہلے اس کی ضروریات کا پورا پورا بندوبست کیا، کھانے، پینے، اوڑھنے وغیرہ کے لوازمات وافر مقدار میں پیدا فرمائے عمومی رہنمائی اور زندگی گزارنے کے لیے حواس خمسہ کی نعمت سے سرفراز کیا۔

عالم الغیب والشہادۃ نے اس اشرف المخلوقات کے لیے کچھ ایسی بھی نعمتوں کا انتظام فرمایا جو اس کے حواس خمسہ کی رسائی سے بالاتر ہیں لیکن اس کی تکمیل انسانیت کے لیے انتہائی ضروری ہے اور اس کے دنیوی اور اخروی مصالح کا حصول اور مفاسد سے بچاؤ کا بندوبست ہوتا ہے۔

انسان دنیوی مصالح و مفاسد کے بارے میں حواس خمسہ کی مدد سے بعض اوقات صحیح راہنمائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے لیکن وہ سو فیصد یقینی راہنمائی کے حصول سے قاصر رہتا ہے اخروی زندگی میں کامیابی کی راہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے ذریعے انسان کی رہبری کا انتظام فرمایا:

فاما یأتینکم منی ہدی فمن تبع ہدای فلا خوف علیہم ولا

ہم یحزنون۔ (۱)

۱: البقرة: ۳۸

ترجمہ: میری طرف سے آپ لوگوں کے پاس ضرورت ہدایت نامہ آئے گا جو اس ہدایت نامہ کی پیروی کرے گا اسے خوف و حزن لاحق نہیں ہوگا۔

منصب نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس منصب کے لیے ایسے افراد کا انتخاب کرتا رہا ہے جو اس کے شایان شان تھے انہیں عام انسان سے بڑھ کر نمایاں خصوصیات سے نوازا جنہوں نے انسانیت کی راہبری کے لیے بے مثال عملی نمونے پیش کیے، احکام الہی کو پہنچانے کا حق ادا کر دیا اس سلسلہ نبوت و رسالت کی آخری کڑی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جنہیں عالمگیر، جامع اور ابدی تعلیمات دے کر مبعوث فرمایا گیا جن کے اسوہ حسنہ کو دنیوی و اخروی زندگی میں کامیابیوں اور کامرانیوں کے لیے آئینہ دل قرار دے کر ان کی اتباع و اطاعت اور محبت و مودت کو اہل ایمان کے لیے لازمی قرار دے دیا۔

اللہ رب العزت نے اپنی آخری اور لاریب کتاب میں متعدد احکام و امور میں اپنی ذات کے ساتھ ساتھ اپنے اس محترم و مکرم رسول ﷺ کا ذکر فرمایا ہے جس سے آشکارا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ذات الگ الگ ہونے کے باوجود احکام کی پیروی اور معاملات زندگی میں دونوں کی اتباع و اطاعت اور عصیان و عداوت کا معاملہ ایک جیسا ہے۔

عزیز مندیم بن صدیق (ندیم عباس) نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اس تعلق کو اجاگر کرنے کے لیے اپنی اس کتاب ”اللہ اور رسول ﷺ کا کافی ہیں“ میں سعی مشکور فرمائی ہے جس سے ان کی قرآن فہمی کے ساتھ ساتھ محبت رسول ﷺ کا پہلو بھی اجاگر ہوتا ہے

چونکہ آج کل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے معاملہ میں جس قسم کی تفریق کی جاتی ہے اس سے رسول ﷺ کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کر کے گویا اسلام کی سب سے بڑی خدمت سمجھا جاتا ہے جو درحقیقت اسلام کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے۔

عزیز مندیم بن صدیق کی یہ کوشش عصر حاضر کی اہم ضرورت کو پورا کرنے

میں سنگ میل ثابت ہو سکتی ہے جب کہ کوئی قاری اسے تعصب کی عینک اتار کر اور غیر جانبدار ہو کر راہ ہدایت کا متلاشی ہو تو اس کے لیے یہ کتاب ضرور خضر راہ ثابت ہوگی۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد نواز

چیئر مین شعبہ علوم اسلامیہ

یونیورسٹی آف کجرات

مقدمہ

الحمد لله الذي بعث الانبياء والنبى الاطهر
والصلوة والسلام على سيد الانبياء الذي حمل حمل
الوحى من الله تبارك وتعالى واتى حقه وعلى اله و
صحابه اجمعين۔

اللہ تعالیٰ کی جامع حکمت عملی جس کے ماتحت نظام کائنات منظم ہے وہی اقتدار اعلیٰ و حاکمیت اعلیٰ کا مالک و مختار وہ جسے چاہے نواز دے، جسے چاہے بے حساب دے، نہ اس کی عطا پر کوئی پابندی، نہ عدم عطا پر کوئی پکڑ، اس نے تو اپنے حبیب مکرّم ﷺ کو منصوبہ تخلیق کا جز و لازم قرار دے کر ان کو نیا بتی حاکمیت عطا فرما کر جملہ عوامل کا ہادی و رہبر بنا دیا اور آپ کی حیات طیبہ مبارکہ کو لوگوں کے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا اور پھر ہر حال میں اپنے محبوب ﷺ کو اپنی عنایات و لطافتوں کے سایہ میں رکھا اور ہمیشہ کے لئے اپنی عطاؤں سے نواز دیا اور اس سے بڑھ کر اور نوازش ہو بھی کیا سکتی ہے کہ لاریب کتاب کے ذریعے ایک راز افشا کیا اور وہ یہ کہ کئی مقامات پر اپنے ذکر کے ساتھ اپنے حبیب ﷺ کا ذکر کیا اور مجھ جیسے حقیر پر تفصیر کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آقا ﷺ کی عظمت و شان بیان کرنے کے لئے موقع و توفیق اور ہمت عطا فرمائی جو میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی آپ ﷺ کی عظمت و رفعت اور شان و شوکت کو بیان کرنے کا حق ہماری زبانیں اور قلمیں ادا ہی نہیں کر سکتیں ان کی عظمت وہ ہی جانیں یا ان کا خدا جانے بس یہ تو طلبہ مغفرت اور اظہار محبت کا ایک بہانہ ہے۔

اس کتاب کا نام میں نے ”اللہ اور رسول ﷺ کافی ہیں“ رکھا تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ جس طرح تو حید پر ایمان لانا ضروری ہے یوں ہی رسالت پر بھی

ایمان لانا ضروری ہے جس طرح تو حید ایمان کا جز و لازم ہے ایسے ہی رسالت بھی ایمان کا جز و لازم ہے اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان، محبت اور اطاعت ہر حال میں لازم و ضروری ہے۔

اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تو حید رسالت کو اور رسالت تو حید کو اس اعتبار سے مستلزم ہے کہ رسالت کی شان تو حید اور تو حید کی پہچان رسالت ہے لہذا ذکر رسالت سے غلو کا تصور لغو ہوگا

اس کتاب میں صرف قرآنی آیات مع تفسیر سے استفادہ کیا گیا ہے اور صرف وہ آیات ذکر کی گئی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے رسول کریم ﷺ کا ذکر فرمایا ہے۔

آخر میں پروفیسر ڈاکٹر محمد نواز چیمبر مین شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف کجرات جنہوں نے قدم بقدم میری رہنمائی فرمائی اور محترم علامہ مہر حیات حیدری کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی کمپوزنگ کا فریضہ سرانجام دیا اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرما کر ہمارے لئے ذریعہ بخشش بنائے۔ (آمین)

مدیم بن صدیق اسلمی

فاضل انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

بانی ادارہ سراج منیر

حرف آغاز

اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر قرآن کریم میں اپنے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا وہ اطاعت ہو یا صفتِ غناء، وہ عزت کی بات ہو یا نافرمانی کی، عطا کی بات ہو یا برآء کی، ولایت کی بات ہو یا خیانت کی، ہدایت کی بات ہو یا نصرت کی، مال فنی کی بات ہو یا غنیمت کی، غنم و درگزر کی بات ہو یا مخالفت کی، ایمان کی بات ہو یا کفر کی، رفعت ذکر کی بات ہو یا نعت کی، دعوت کی بات ہو یا بیعت کی، شہادت کی بات ہو یا رحمت کی، حلت کی بات ہو یا حرمت کی، حفاظت کی بات ہو یا نصیحت کی، بصارت کی بات ہو یا نورانیت کی، ایذاء کی بات ہو یا نافرمانی کی، محبت کی بات ہو یا عداوت کی۔

جہاں جہاں اپنا ذکر کیا وہاں وہاں رسول کریم ﷺ کا ذکر کیا اس میں جو صفات خدا کی وہی صفات مصطفیٰ ﷺ کی۔ لیکن فرق یہ ہے کہ خدا کی صفات قدیم، ازلی اور ذاتی ہیں لیکن مصطفیٰ کریم ﷺ کی صفات عطا کی ہیں، اللہ خالق ہے اور محبوب ﷺ مخلوق ہیں۔

اب ہم ان صفات و معاملات کا ذکر کرتے ہیں جن میں اللہ و رسول کا اکٹھا ذکر آیا ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ کس طرح رب کریم نے اپنے رسول کریم ﷺ کی عظمت و محبت کے دو عالم میں چپے کیے ہیں اور ان کے اپنے ساتھ رشتہ رسالت و محبت کو کس انداز زیبا و دلربا کے ساتھ بیان فرمایا۔

باب اول: اللہ و رسول ﷺ سے ربط کا حکم اور انعامات اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان

ایمان کا معنی و مفہوم

ایمان امن سے ہے جس کا معنی ہے مان لینا، تسلیم کر لینا، تابع فرمان اور مطیع ہونا۔ شرع میں ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے احکامات کو صدق دل سے ماننا ہے۔

زبان سے اقرار کا نام اسلام اور دل سے تصدیق کا نام ایمان ہے۔

اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(جب دیہاتیوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ ہم ایمان لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کے بھید کھولتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ لَمْ تَؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي

قُلُوبِكُمْ﴾۔ (۱)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ تم مسلمان ہوئے ہو کیونکہ ایمان تمہارے دلوں میں ابھی تک داخل نہیں ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ دل سے تصدیق کا نام ایمان اور زبان سے اقرار کا نام

اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے محبوب ﷺ پر ایمان لانے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

وَتَعَزَّوْهُ وَتُقَرِّوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بِكُرَّةٍ وَأَصِيلًا﴾۔ (۱)

(۱)۔ الحجرات: ۱۴

ترجمہ: ”بے شک ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اس آیہ کریمہ میں چند صفات سے متصف فرمایا:

شاهد:

یہ شہد (ش، ھ، د) سے ماخوذ ہے اور شاہد کا معنی ہے ”کواہ“

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾۔ (۲)

ترجمہ: ”اور رسول تم پر کواہ ہیں۔“

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾۔ (۳)

ترجمہ: اور ہم آپ کو ان سب پر کواہ بنا کر لائیں گے۔

مبشر:

یہ ب، ش، د سے ماخوذ اور باب تفعیل سے اسم فاعل ہے جس کا معنی ہے خوشخبری سنانے والا۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾۔ (۴)

ترجمہ: ”اور ہم نے آپ کو تمام انسانیت کی طرف خوشخبری اور برے انجام سے

(۱)۔ الفتح: ۸-۹

(۲)۔ البقرة: ۱۴۳

(۳)۔ النساء: ۴۱

(۴)۔ سبا: ۲۸

آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا۔“

نذیراً:

یہ نذیر یمنذر سے ہے جس کا معنی ہے ”ڈرانا یا ڈرسانا یا پرے انجام سے آگاہ کرنا۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوآہ، بشارت دینے والا اور پرے انجام سے آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی یہ صفات و مقاصد ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿لَتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ (۱)

ترجمہ: ”تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔“

یعنی اللہ تعالیٰ حکم فرما رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو پرے انجام سے آگاہ بھی کریں گے اور خوشخبریاں بھی سنائیں گے اور آپ ﷺ دنیا و آخرت میں لوگوں پر کوآہ ہوں گے لہذا تم ہر حال میں میرے پیغمبر ﷺ کی بات ماننا اور صدق دل سے اُن پر ایمان لانا اور ان کی تعظیم و توقیر بھی تم پر لازم ہے۔

گویا کہ ایک انقلاب اور انقلابی تنظیم کی طرف اشارہ دیا جا رہا ہے کہ جب میرے رسول ﷺ تم کو بلائیں تو انکار کی گنجائش نہیں۔ ان کی جماعت و تنظیم میں شامل ہو جانا۔

آپ ﷺ لوگوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر درخشندہ راہوں

پر گامزن فرمائیں گے۔ عہد جاہلیت میں ہونے والے ظلم و ستم اور نا انصافی و بد امنی کے جال کو توڑ کر تمہیں اس قید سے رہائی دلائیں گے۔ لوگوں کو دنیا کی حقیقت، اس کی لذات

و خواہشات اور فنا حیت سے خبردار کر کے دایر بقا کی طرف راہنمائی فرمائیں گے۔ لہذا تم اُن کے دست و بازو بن جانا اور ان کی ہر پکار پر لبیک کی صدا بلند کرنا، ان پر جان نثار کرنا اور دینِ متین کی سر بلندی کے لیے اپنے تمام تر وسائل پیش کرنا اور ہر حال میں اس بات کا خیال رکھنا کہ کہیں محبوب کی بارگاہ میں بے ادبی نہ ہو جائے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے بغیر چارہ نہیں کیونکہ آقا علیہ السلام پر ایمان خدا پر ایمان ہے اور اُن کا انکار خدا کا انکار ہے اس لیے آپ ﷺ پر ایمان لانے سے جملہ امم سابقہ کے احکامات منسوخ ہو جائیں گے اور آپ ﷺ کی شریعتِ مطہرہ لاگو ہو جائے گی جو آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا نہیں ہوگا وہ دائرہ اسلام سے خارج متصور ہوگا۔

یہود ہوں یا نصاریٰ سب پر لازم و ضروری ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر ایمان لائیں۔ چاہے ہزار بار وہ توحید کے قائل ہوں مگر صرف توحیدی ہونے سے ایمان نصیب نہیں ہوتا جب تک وہ اتباع و اقتداء محمدی کا قلابہ اپنے گلے میں نہ ڈال لیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر نہ کرنے والا دائرہ اسلام کی حدود سے خارج ہے کیونکہ ایمان کے ساتھ ساتھ تعظیم و توقیر بھی ضروری ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

وما تضمنته هذه الآية الكريمة ومن لزوم توقير النبي ﷺ وتعظيمه واحترامه جاء مبيناً في مواضع آخر كقوله تعالى: ﴿لَتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ... الآية﴾ ﴿على القول بان الضمير

فی ﴿تَعَزَّوْهُ وَتَقَرَّوْهُ﴾ لِلنَّبِيِّ ﷺ (۱)

ترجمہ: ”اور یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر اور احترام کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور دوسرے مقام پر واضح آیا ہے کہ ﴿لَتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعَزَّوْهُ وَتَقَرَّوْهُ...﴾ (الایہ) اس قول کے مطابق ﴿تَعَزَّوْهُ وَتَقَرَّوْهُ﴾ میں ضمیر نبی کریم ﷺ کی طرف راجع ہے۔“

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فأوجب الله تعالى تعزيره وتقديره والزم اكرامه

وتعظيمه. (۲)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر کو واجب اور عزت و تعظیم کو لازم قرار دیا ہے۔“

ایک اور مقام پر نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی تعظیم کا حکم دیتے ہوئے متبعین کو مشردہ جانفزا سنایا۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيُضِحُّ عَنْهُمْ أَصْرَهُمْ وَالاغْلَالَ السَّيِّئَاتِ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (۳)

ترجمہ: ”وہ لوگ جو پیروی کریں گے اس رسول کی جو بے پڑھے نبی ہیں ان کا ذکر

(۱) - أضواء البيان ۷/ ۴۶۲

(۲) - الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ص: ۲۶۰

(۳) - الاعراف: ۱۵۷

توراة و انجیل میں پائیں گے وہ ان کو اچھائی کا حکم اور برائی سے روکے گا اور پاک چیزیں ان کے لیے حلال اور خبیث چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور پھندے اُتار دے گا جو ان پر تھے پس جنہوں نے ایمان لایا اور ان کی تعظیم و نصرت کی اور جو نور آپ کے ساتھ نازل ہوا اس کی اتباع کی وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔“

اس آیت کی تشریح میں ہم امام شافعی کی تفسیر پر اکتفا کرتے ہیں:

وما تضمنته هذه الآية الكريمة من لزوم توقير النبي

وتعظيمه.....

وقد دلت آيات من كتاب الله على ان الله تعالى لا يخاطبه في كتابه باسمه وانما يخاطبه بما يدل على التعظيم والتوقير كقوله: يا ايها النبي، يا ايها الرسول، يا ايها المزمحل، يا ايها المدثر مع انه ينادى غيره من الانبياء باسماء هم كقوله: وقلنا يا ادم وقوله: ونادينا ان يا ابراهيم وقوله: قال يا نوح انه ليس من اهلك قبل: يا نوح اهبط بسلام منا وقوله: قال يا موسى اني اصطفيتك على الناس وقوله: اذ قال الله يا عيسى اني متوفيك وقوله: يا داود انا جعلتك خليفة. (۱)

ترجمہ: ”یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر پر دال ہے۔ اور یہ آیات قرآنیہ اس بات پر بھی دال ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی اکرم ﷺ کو نام سے مخاطب نہیں فرمایا بلکہ ایسے طریقے سے مخاطب فرمایا جو آپ کی تعظیم و توقیر پر دلالت کرتا ہو جس طرح فرمایا: یا ایہا النبی، یا ایہا الرسول، یا ایہا المزمحل، یا ایہا المدثر حالانکہ باقی انبیاء کو ان کے ناموں سے بلایا جس طرح کہ فرمایا اور ہم نے کہا: یا ادم اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: ونا دیناہ ان یا ابراہیم اور یا نوح انہ لیس من

(۱) - أضواء البيان ۶/ ۵۲

اہلک اور یا نوح اہبط بسلام منا اور یا موسیٰ انی اصطفتک علی الناس اور اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک اور یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ۔“

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ ٱلْأَمْرِي الَّذِي يَوْمَنَ بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ (۱) ترجمہ: ”آپ فرمادیں اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے پاس ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ پس تم اللہ اور اس کے رسول جو بے پڑھے نبی جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان لاتے ہیں اور تم اس کی پیروی کرو تا کہ ہدایت پا جاؤ۔“

یہ آیت کریمہ حضور نبی اکرم ﷺ کے عموم رسالت پر جامع دلیل و برہان ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے لفظ قل کے ساتھ خود آقا علیہ السلام کی زبان اقدس سے اپنی بادشاہت و حاکمیت اور اپنے اوپر ایمان لانے کا بیان کروایا۔

پس ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حاکمیت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی جامعیت کو صدقِ دل سے مان لے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت و جامعیت کا انکار اللہ تبارک و تعالیٰ کی حاکمیت و ملکیت اور عطا کا انکار ہے۔

لہذا رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا خدا نے بزرگ و برتر پر ایمان لانا ہی ہے۔

کچھ مزید آیات

اب ہم طوالت کے خوف سے مختصر صرف اُن آیات کو ذکر کرتے ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کا ذکر ہے شانِ نزول اور تفصیل کے لیے کتبِ تفسیر کی طرف رجوع کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلْكِتَابِ ٱلَّذِي نَزَلَ عَلٰى رَسُولِهِ﴾ (۱)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول اور اس کتاب پر جو اس کے رسول پر نازل ہوئی ایمان لاؤ۔“

۲۔ ﴿فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَن تَوَمَّنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ (۲)

ترجمہ: ”پس تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کر لو تمہارے لیے بہت بڑا اجر ہے۔“

۳۔ ﴿فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنُّورِ ٱلَّذِي أُنزِلْنَا ٱلَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (۳)

ترجمہ: ”پس اللہ اور اس کے رسول اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا ایمان لاؤ اور اللہ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔“

۴۔ ﴿انما المؤمنون آمنوا بالله ورسوله واذا كانوا معه على امر جامع لم يذهبوا حتى يستأذنوه ان الذين يستأذنوك اولئك الذين يؤمنون بالله ورسوله﴾۔ (۱)

ترجمہ: ”بے شک مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب بھی وہ آپ کے پاس کسی حکم پر جمع ہوئے تو واپس نہ پلٹے آپ سے اجازت لیے بغیر اور جو اجازت طلب کر کے جاتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسول پر یقین رکھتے ہیں۔“

۵۔ ﴿ولو كانوا يؤمنون بالله والنبي وما انزل اليه ما اتخذوهم اولياء﴾۔ (۲)

ترجمہ: ”اور اگر وہ اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان لاتے تو کفار کو دوست نہ بناتے۔“

۶۔ ﴿ومن لم يؤمن بالله ورسوله فانا اعتدنا للكافرين سعيرا﴾۔ (۳)

ترجمہ: ”اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لایا تو ہم نے کفار کے لیے شعلے تیار کر رکھے ہیں۔“

۷۔ ﴿تؤمنون بالله ورسوله وتجاهدون في سبيل الله﴾۔ (۴)

ترجمہ: ”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔“

۸۔ ﴿والذين آمنوا بالله ورسوله اولئك هم الصديقون﴾۔ (۵)

ترجمہ: ”وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی سچے ہیں۔“

(۱)۔ النور: ۶۲

(۲)۔ المائدہ: ۸۱

(۳)۔ الفتح: ۱۳

(۴)۔ الصف: ۱۱

(۵)۔ الحلیلہ: ۱۹

۹۔ ﴿والذين آمنوا بالله ورسوله ولم يفرقوا بين احد منهم اولئك سوف يؤتيهم اجرهم وكان الله غفورا رحیما﴾۔ (۱)

ترجمہ: ”اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی کے درمیان (رسول ہونے) میں فرق نہ کیا انہی کو عنقریب اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

ان آیات طیبات میں اللہ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو اجر عظیم اور بخشش و رحمت اور سچا ہونے کی خوشخبری سنائی گئی اور منکرین و کفار کو عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف توحید کا قائل ہونا کافی نہیں ہے جب تک رسالت پر ایمان نہ لائے جس طرح عقیدہ توحید پر ایمان ضروری ہے اسی طرح عقیدہ رسالت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔

ظاہر ہے عقیدہ رسالت بھی تو من جانب اللہ ہے اور اسی کے ہی منصوبہ تخلیق کا لازمی جز ہے۔

(۱)۔ النساء: ۱۵۲

اللہ اور رسول ﷺ کا ادب

اللہ تعالیٰ نے نبی مختشم ﷺ کے ادب و تعظیم اور توقیر کو مومنین پر لازم قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْلِبُوا فِي دُيُورِ رَسُولِهِ وَرَسُولُهُ وَأَنْقَبُوا لِلَّهِ أَنْ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (۱)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سننے، جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس حکم کی روشنی میں تمام چیزوں میں رسول اکرم ﷺ سے تقدیم کو ممنوع قرار دیا چاہے وہ نماز عید سے قبل قربانی ہو یا رمضان سے پہلے ایک دن کا روزہ، راستے میں چلنے کی بات ہو یا کلام کے آغاز کی بات ہو۔ کیونکہ ہر قول و فعل اور عمل میں قائد و امام کی اتباع کی جاتی ہے تقدیم نہیں۔ لہذا یہاں بھی نبی کریم ﷺ کی اتباع اور ہر معاملے میں آپ کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے اور اوامر و نواہی میں عدم احتیاط بھی اسی زمرہ میں آتی ہے۔ لہذا ہر حال میں رسول اکرم ﷺ کے ادب و احترام کا حکم دیا گیا ہے تاکہ سبقت و تقدیم کسی بھی حال میں نہ ہو اور کائنات کے تاجدار کا مقام و مرتبہ و منزلت ہمیشہ رہبر و راہنما کی حیثیت سے رہے۔

شان نزول و مقصدیت

اس آیت کریمہ کے مختلف شان نزول بیان کیے گئے ہیں جن کو ہم اختصار سے بیان کرتے ہیں:

کچھ لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے نماز ادا فرمانے سے پہلے ہی عید الاضحیٰ

کے موقع پر قربانی کر دی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (۱)

کچھ لوگوں نے رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہی رسول مکرم ﷺ سے پہلے روزے رکھنے شروع کر دیے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (۲)

کچھ مفسرین نے ہر قسم کے اوامر و نواہی میں عدم احتیاط کو آیت کے نزول کا سبب بتایا ہے۔

بہر حال مقصد نزول آیت یہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے کسی بھی صورت میں تقدیم نہ ہو کیونکہ رسول کریم ﷺ سے تقدیم خدا سے تقدیم ہے۔ اسی وجہ سے ہر شخص پر احترام رسول ﷺ لازم کر دیا گیا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں:

ذکر اللہ اشارة الى وجوب احترام الرسول عليه الصلوة والسلام والانقياد لاوامره. (۳)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے اس میں رسول اللہ ﷺ کے احترام کے وجوب اور اوامر میں آپ کی اتباع کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔“

ذیل میں ہم چند آیات ذکر کرتے ہیں جو ادب نبوی ﷺ پر دلالت کرتی ہیں:

۱۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ (۴)

(۱) - روح المعانی ۱۹۰/۲۴۷

(۲) - مصدر سابق ۱۹۰/۲۴۷

(۳) - التفسیر الکبیر ۱۴۰/۱۶۳

(۴) - الحجرات: ۲

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی (ﷺ) کی آواز سے اونچا مت کرو اور جس طرح آپس میں اونچی آواز میں بات کرتے ہو اس طرح بھی نہ کرو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔“

۲۔ ﴿ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله اولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى لهم مغفرة واجر عظيم﴾ (۱)۔

ترجمہ: ”بے شک وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس پست رکھتے ہیں انہی کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے جن لیا ہے، ان کے لیے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔“

۳۔ ﴿يا ايها الذين امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرونا واسمعوا وللكافرين عذاب اليم﴾ (۲)۔

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم (رسول اللہ ﷺ کو) راعنا نہ کہو بلکہ کہو کہ ہم پر نظر فرمائیے اور غور سن لو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

۴۔ ﴿ان الذين ينادونك من وراء الحجرات اكثرهم لا يعقلون﴾ (۳)۔

ترجمہ: ”بے شک وہ لوگ جو آپ کو حجرات کے پیچھے سے صدا کیں لگاتے ہیں ان میں سے اکثر عقل ہی نہیں رکھتے۔“

۵۔ ﴿لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا﴾ (۴)۔

(۱)۔ الحجرات: ۲

(۲)۔ البقرہ: ۱۰۴

(۳)۔ الحجرات: ۴

(۴)۔ النور: ۶۳

ترجمہ: ”رسول کو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو بلا تے ہو۔“

ان تمام تر آیات پینات میں ادب مصطفیٰ کریم ﷺ کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ اور اس بات کو ہر شخص جانتا ہے کہ جتنا اہم کام ہوگا اتنا ہی اہم حکم ہوگا یا جتنا اہم حکم ہوگا اتنا ہی اہم کام ہوگا چونکہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے تخلیقی امر کے جز و لازم ہیں جن کی بعثت کا مقصد حیات انسانی کو چار چاند لگانا ہے سو آپ کی عقیدت و احترام کو لازم قرار دیا ویسے بھی یہ مسلمہ اصول ہے کہ جب تک امیر کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اس کے ادب کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے تو تکمیل مشن کے امکانات نہیں ہوتے لیکن یہ تو ایک عام قاعدہ (General rule) ہے یہاں ہم اس ہستی کی بات کر رہے ہیں جن کے در کے گدا دنیا کے تمام مشن ہیں جو تعمیر انسانیت و معاشرہ کا مرکز و منبع ہیں سو حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر اور آپ کا ادب ہر حال میں لازم و ضروری ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ سے محبت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل ان كان اباؤكم وابناؤكم واهوانكم وازواجكم وعشيرتكم واموال اقرب فسموها وتجارة تخشون كسادها ومسكن ترضونها احب اليكم من الله ورسوله وجهاد في سبيله فتربصوا حتى ياتي الله بامره والله لا يهدي القوم الفاسقين. (۱)

ترجمہ: فرما دیجیے: تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے رشتہ دار، تمہارا کمایا ہوا مال، ایسی تجارت جس کے ضائع ہونے کا تمہیں خوف ہو، اور ایسی رہائش جو تمہاری پسندیدہ ہو، تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ محبوب ہوں، اور اللہ کے راستے میں جہاد سے بھی بڑھ کر ہوں تو اللہ کا حکم آنے کا انتظار کرو، اور اللہ فاسقوں کی جماعت کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اللہ و رسول ﷺ سے محبت کو نہ صرف لازم قرار دیا بلکہ تمام دنیاوی معاملات پر محبت کو ترجیح دینے کا حکم دیا نیز وعید اور فتن کی طرف اشارہ بھی فرمایا۔

شان نزول و مقصدیت

امام ابن جوزی فرماتے ہیں:

الآية في سبب نزولها ثلاثة اقوال :

احدها: انها نزلت في الذين تخلفوا مع عيالهم بمكة ولم يهاجروا . قاله ابو صالح عن ابن عباس .

والثاني : ان علي ابن ابي طالب قدم مكة فقال لقوم الا تهاجرون ؟ فقالوا : نقيم مع اخواننا وعشائرننا و مساكننا فنزلت هذه الآية ، قاله ابن سيرين .

والثالث : انه لما نزلت الآية التي قبلها ، قالوا يا رسول الله ﷺ ان نحن اعتزلنا من خالفنا في الدين ، قطعنا اباؤنا وعشيرتنا ، وذهبت تجارتنا ، وخربت ديارنا فنزلت هذه الآية . (۱)

ترجمہ:

اس آیت کے نزول کے اسباب پر تین اقوال ہیں:

- ۱- یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے بچوں کے ساتھ مکہ میں ہی رہے اور ہجرت نہیں کی۔
- ۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ میں تشریف لائے اور لوگوں سے کہا: کیا تم ہجرت نہیں کرو گے تو انہوں نے کہا: ہم اپنے بھائیوں، برادر یوں اور گھروں میں ہی رہیں گے، تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔
- ۳- جب اس سے پہلی آیت نازل ہوئی تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ دین میں مخالفت کے سبب ہم علیحدہ ہوئے، اپنے بڑوں اور برادر یوں سے قطع تعلقی کی، ہماری تجارت گئی، ہمارے شہر خراب ہوئے، تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول سے ہی اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی معیت و صحبت اور اسلام کی خاطر قربانی کا شعور نہیں تھا اور انہوں نے ہجرت کی بجائے اپنے گھروں، بیوی بچوں، بھائیوں، رشتہ داروں

برادر یوں اور مال و تجارت کو ترجیح دی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دنیاوی خواہشات کو رد کر دیا اور ان کے فسق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عذاب کے لیے تیار رہنے کا عندیہ دیا۔

آیت کریمہ کے نزول کا اہم مقصد یہ ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کی محبت کو ایمان کا جزو لازم دینا ہے دنیا کی ہر تمنا و آرزو، چاہے مال و دولت کی ہو یا تجارت کی، بیوی بچوں کی ہو یا برادر یوں کی، زمینوں کی ہو یا مکانوں کی، گویا دنیا کی ہر خواہش اللہ و رسول ﷺ کی محبت کے آگے کسی اہمیت کی حامل نہیں جب ایک طرف اللہ و رسول ﷺ کی محبت کی بات ہو اور دوسری طرف دنیاوی معاملات کی تو سب چیزیں بعد میں اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت پہلے ہونا لازم ہے۔

یہاں انسانی ایمان و اعمال کا ترازو و میزان پیش کر دیا گیا ہے کہ اگر کوئی اپنے ایمان و اعمال کی اہمیت و قیمت کا اندازا لگانا چاہے تو ایک طرف دنیاوی معاملات و خواہشات اور تمنائیں و آرزو اور دوسری طرف اللہ و رسول ﷺ کی محبت، جس طرف رجحان و میلان زیادہ ہوگا نتیجہ اسی طرف ہوگا اور اللہ و رسول ﷺ سے محبت و الفت کا رجحان و میلان زیادہ ہوگا تو ایمان و اعمال کی اہمیت بڑھ جائے گی بصورت دیگر ایمان و اعمال کسی اہمیت کے حامل نہیں ہوں گے۔

محبت کیا ہے؟

لفظ محبت میم کے فتح کے ساتھ ہے، جس طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالْقِيَتَ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي﴾۔ (۱)، اور حب (ح، ب، ب) سے ماخوذ ہے، جس سے مراد: مائل ہونا، پسندیدہ ہونا، دوستی رکھنا، میلان رکھنا، دل پسند اور محبوب ہونا ہے۔

علامات محبت

جب کسی کو کسی چیز سے محبت ہوتی ہے تو اس کا میلان اسی کی طرف زیادہ ہوتا ہے جس طرح ماں، باپ کی محبت بچوں سے، زمین داروں کا میلان زمینوں کی طرف، محقق کا میلان کتابوں اور تحقیق کی طرف، وغیرہ۔

اللہ و رسول ﷺ سے محبت کا تقاضا نہ صرف یہ ہے کہ ان کی طرف میلان ہو، ان سے محبت ہو بلکہ ان تمام چیزوں سے بڑھ کر ہو، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو کامل نمونہ و اسوہ بنا کر مبعوث فرمایا اور ان سے محبت و قربت کو اپنی محبت و قربت قرار دیا۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنی محبت کو کامل ایمان قرار دیا۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا يَزُومُنْ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (۱)
ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی کامل مؤمن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اس کے والد، بچے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب و دل پسند نہ ہو جاؤں۔
دوسرے مقام پر فرمایا:

ثَلَاثٌ مِنْ كُنْ فِيهِ وَجَدَ حُلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ
أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَأَنْ يَكْرَهُ أَنْ
يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يَقْذِفَ فِي النَّارِ (۲)
ترجمہ: جس میں تین چیزیں موجود ہیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پال لیا۔
۱۔ اللہ و رسول ﷺ اس کو تمام چیزوں (یعنی جو اللہ اور رسول کے سوا ہے) سے بڑھ کر محبوب و دل پسند ہوں۔

۲۔ کسی بھی شخص سے محبت صرف اللہ کے لیے کرے۔

۳۔ اس کو کفر کی طرف جانا ایسے ہی ناپسند ہو جیسے آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہوتا ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت ایمان کا حصہ و جزو لازم ہے جس کے بغیر ایمان نامکمل ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت کی دو قسم ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات و صفات سے محبت

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت و سنت سے محبت

رسول اللہ ﷺ کی ذات و صفات سے محبت

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو سراپائے حسن و جمال بنایا آپ کے جسد اقدس میں خوبصورتی یوں ودیعت کر دی کہ دنیا کی ہر چیز کی خوبصورتی اور اس کا نور اس مہر و چاند کے آگے بے نور و ماند دکھائی دیتی ہے، آپ ﷺ کا واضح چہرہ، واللیل رلفیس، یسین دندان، مازاغ کا جل، المنشرح سینہ، آپ کے کان، آپ کی بنی مبارک، آپ کے دست و پا اور جسم کا ہر ہر عضو اپنے اندر کمال حسن و جمال سمیٹے ہوئے خوبصورتی کا پیکر ہے، آپ تمام حسن و جمال کا مرکز و محور اور منبع ہیں، سوز صدیق اکبر، عشق بلالی، محبت جامی اس پیکر حسن و جمال پر فدا ہیں، آپ ﷺ ذات و صفات کے اعتبار سے ہیں ہی اس قابل کہ آپ ﷺ سے محبت کی جائے، آپ ﷺ کے حسن و جمال اور صفات کا ہر جگہ تذکرہ کیا جائے، ہر محفل میں آپ ﷺ کو یاد کیا جائے، آپ ﷺ کی یاد میں خود کو تر پیا جائے، آپ ﷺ کی فرقت و جدائی میں آنسو بہائے جائیں، ساری چیزوں کو آپ کی یاد کے وقت بھلا دیا جائے، بس آپ کو ہی یاد کیا جائے، بس آپ کو ہی یاد کیا جائے اور بس آپ کو ہی یاد کیا جائے۔

اور اگر کوئی آپ ﷺ کی ذات کے متعلق نازیبا کلمات بولے تو اس کی نہ صرف زبان بندی کی جائے بلکہ اس کو واصل جہنم کیا جائے کیونکہ محبوب کے دشمن سے

عداوت رکھنا اصول محبت ہے اور محبوب کے دوستوں سے محبت رکھنا علامت محبت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت و سنت سے محبت

یہ بھی تقاضائے محبت ہے کہ جس سے محبت ہو اس کے طریقہ حیات کو اپنایا جائے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی بھی عادت اس کی رضا کے خلاف ہو اور اسے ناپسند ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت و سنت مبارکہ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی اشاعت کی جائے، اس کی حمایت و تائید اور دفاع کیا جائے، اور اس کے لیے جان فدا کی جائے۔

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ کی دو چیزیں ہیں:

۱۔ انفرادی سنت

۲۔ اجتماعی سنت

انفرادی سنت

ایسا طریقہ مبارکہ جو رسول اللہ ﷺ نے انفرادی طور پر اختیار فرمایا ہے جس طرح احکامات الہیہ کی پابندی جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اور حلال چیزوں کو حلال جاننا اور حرام چیزوں کو حرام جاننا، اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا، اللہ کے دین کی خاطر خود کو دن رات لگا دینا، ہر چیز سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرنا، اپنا شب و روز اللہ کے دین کی خاطر گزارنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا، ہوتے، اٹھتے اللہ کو یاد کرنا، مسواک کرنا، ہر وقت حالت وضو میں رہنا، صفائی و طہارت کا خوب خیال رکھنا، اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہنا وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے محبوب ﷺ کی اداؤں کو جانا جائے، ان کا فہم حاصل کیا جائے، مطالعہ سیرت کو اپنے لیے لازم قرار دیا جائے، سنت مبارکہ پر آگاہی حاصل کرنے کے لیے محدثین سے درس حدیث حاصل کیا جائے، اور پھر ان تمام مذکورہ انفرادی سنتوں کو محبوب کی ادائیں سمجھ کر ادا کیا جائے اور

ہر حال میں مخالفت سنت سے بچا جائے، اور اپنے سیرت و کردار کو رسول اللہ ﷺ کی سیرت و کردار سے ہم آہنگ بنانے کی کوشش کی جائے۔

اجتماعی سنت

ایسا طریقہ جو رسول اللہ ﷺ نے معاشرتی طور پر اختیار فرمایا ہو، جس طرح لوگوں کے حقوق کا خیال رکھنا، اچھے اخلاق سے پیش آنا، معاشرے کی بہترین تشکیل کے لیے دن، رات کو شاں رہنا، حدود دین کا تعین اور قوانین دین کی پاسداری کرنا، غیبت، چغل خوری، معاشرتی فساد و بگاڑ، حقوق میں ڈاکہ زنی، قتل و غارت گری کے خاتمہ کے لیے ہمہ تن کوشش کرنا، اہل و عیال اور رشتہ داروں اور تمام مسلمانوں بلکہ بعض مقامات پر غیر مسلموں سے بھی حسن سلوک کرنا، دین متین کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف و مشغول رہنا، لوگوں کو گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر راہ ہدایت پر لانے کے لیے کوشش کرنا، اپنے اوپر باقیوں کو ترجیح دینا، غنہ و درگزر کرنا، پیغام محبت و اخوت دینا، کسی کا دل نہ دکھانا، ہر ایک کی عزت نفس کا خیال رکھنا، عورتوں و بچوں اور بوڑھوں کو ان کے حقوق دینا وغیرہ۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی محبت کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کے اس اجتماعی طریقہ کار کو اپنایا جائے اور رسول اللہ ﷺ کی ادائیں سمجھ کر اپنے اوپر ان کا نفاذ کیا جائے تاکہ خود معزز ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرہ بھی صاحبِ اقتدار ہو جائے۔

تقاضائے محبت

ان تمام اشیاء کو اپنے اوپر لازم کرنے کی وجہ رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے اس وقت تک دعویٰ محبت کامل نہیں ہے جب تک محبت کے اثرات ظاہر نہ ہوں کیونکہ تقاضائے محبت یہی ہے کہ:

- ☆ محبوب کے حکم کی تعمیل کی جائے۔
- ☆ محبوب کے عمل کے مطابق عمل کیا جائے۔
- ☆ محبوب کو یاد کیا جائے اور زبان پر کثرت سے اس کا ذکر ہو۔

- ☆ محبوب کے اقرباء کی قدر کی جائے۔
- ☆ محبوب کی پسند اپنی پسند اور اس کی ناپسند سے نفرت کی جائے۔
- ☆ محبوب کی باقیات و آثار سے محبت کی جائے۔
- ☆ محبوب کی شان بے نیازی کا تذکرہ کیا جائے۔
- ☆ محبوب کے اوصاف جمیلہ و حمیدہ کو کثرت سے بیان کیا جائے۔
- ☆ محبوب کے لیے اپنی جان فدا کی جائے۔
- ☆ محبوب کے ہر عمل کی حمایت و تائید کی جائے۔

اس کے سوا محبت کی کاملیت میں کوئی چارہ نہیں، سب دعوے بیکار ہیں، نہ محبوب راضی نہ انسان، انسان کامل، اس لیے محبت و عشق رسول ﷺ کے دعویداروں کو خود کو سیرت رسول ﷺ کے سانچہ میں ڈھال کر رسول اللہ ﷺ سے محبت کا اظہار کرنا چاہیے۔

اللہ اور رسول ﷺ کی حاکمیت

حاکمیت

حکم سے ہے جس کا معنی ہے فیصلہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی حاکمیت کو بیان کرتے ہوئے

فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مَوْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾ (۱)

ترجمہ: ”کسی مومن اور مومنہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ فرمانے کے بعد اپنے معاملے کا اختیار نہیں اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تو وہ کھلم کھلا گمراہ ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حاکمیت (حقیقی) کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی حاکمیت (نیابتی) کا ذکر کیا ہے اور نبی کریم ﷺ کو مومنین کے لیے مختار کل قرار دیا ہے اور آپ کے ہر فیصلہ اور حکم پر سر تسلیم خم کرنے کا حکم اور نہ ماننے پر کھلی گمراہی کی وعید سنائی ہے۔

ظاہر ہے کوئی شخص کسی علاقے کا کنسلر یا ناظم یا پنچائیت یا سربراہ ہوتا ہے اور کوئی ضلعی سطح پر اور کوئی صوبائی یا وفاقی عہدہ رکھتا ہے اور کوئی پورے ملک کا صدر و حاکم ہوتا ہے لیکن یہاں کسی علاقے یا ملک کی بات نہیں پورے عالم اسلام کی بات ہو رہی ہے۔ عالم اسلام کے دینی و دنیاوی اور شرعی نظام کی بات ہو رہی ہے۔ کیونکہ نبی اکرم

ﷺ سب سے پہلے ریاست مدینہ کے حاکم بنے اور پھر یہ سلسلہ ایک انقلاب کی شکل

میں پھیل گیا اور رسول کریم ﷺ ایک بہترین اور جامع حاکم قرار پائے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ ایک شارع بھی تھے یہاں تک کہ آپ کے پاس اللہ کی عطا اور حکم سے ایسے اختیارات تھے کہ اگر کسی نے حج کی فرضیت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ حج ہر سال نہیں زندگی میں ایک بار فرض ہے اور کبھی ایک کی کو ابی کو دو کے برابر قرار دیا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی تشریحی حاکمیت کی دو مثالیں ہیں۔

ایسا کوئی حاکم نہیں کہ جس کے پاس کل کائنات کے اختیارات و احکام شرعیہ و امور دینیہ مکمل اختیار کے ساتھ ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے سیاہ و سفید کا مالک ہو یہاں تک کہ آپ کے تصرفات و احکام صرف جن و انس تک ہی محدود نہیں تھے بلکہ آپ کی حاکمیت میں ایسی جامعیت و تمامیت تھی کہ اگر پتھر کو اشارہ کرتے تو وہ چلتا ہوا حاضر ہو جاتا اور کبھی کائنات کی ہر چیز خود بخود آپ کی اتباع و اطاعت میں لگ جاتی جس طرح بوقت قضائے حاجت درختوں کا حاضر ہونا، پتھروں کا درود و سلام پڑھنا وغیرہ۔

اس لیے رسول اکرم ﷺ کی حاکمیت ہر قوم اور ہر عالم پر مسلم ہے چاہے وہ عالم ناسوت ہو یا ملکوت، وہ حیوانات ہوں یا جمادات و نباتات ہوں۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بھی مومن و مسلم، قوم، قبیلہ، گورنمنٹ یا حکومت کی طرف سے بنائی ہوئی کمیٹیاں، عدالتیں، پنچائیتیں، سینٹ، پارلیمنٹ، ایوان صدر، نظریاتی کونسل وغیرہ کسی کو اس معاملے کا اختیار نہیں ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کو پس پشت ڈال کر اپنی من مانی کر کے یا ایسی راہیں تجویز کرے کہ حلیہ اسلام بگڑتا ہو نظر آئے۔

آج ہم اپنے ملک کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن اس ملک کے باشندوں نے کبھی سوچا کہ جس مقصد کے لیے ہمارے اسلاف

نے اس ملک کو حاصل کیا تھا کیا ہم نے اس کو پورا کیا؟ اس کے نام کا پاس رکھا؟ کتنے لوگ قتل ہوتے، آئے روز کچھریوں میں، تھانوں میں، محلوں میں، قریہ قریہ، نگر نگر قتل و غارت، چوری، ڈکیتیوں کا بازار گرم ہے کتنے لوگوں کو پھانسی دی گئی؟ کتنے لوگوں کے ہاتھ کاٹے گئے؟ تھانوں میں روپے بٹور کر قاتل کو حاکم اور بد معاش بنا دیا جاتا ہے، بچارے مقتول اور مظلوم کے وارثین عدالتوں کے چکر کاٹ کاٹ کر اپنی ساری زمینیں بیچ کر بغیر کسی نتیجے کے اپنے گھروں کو لوٹ آتے ہیں۔ کئی سال تک کیس (Case) عدالتوں میں التواء کا شکار ہوتے ہیں لیکن طاقتور اور پیسے والے لوگ تھانوں پر اور عدالتوں پر راج کرتے ہیں اور طاقت کے بل بوتے پر ہر جگہ دندناتے پھرتے ہیں۔ ایک معروف انگریزی مقولہ ہے:

Law is always the slave of the riches.

اگر کوئی منصف آہی جاتا ہے تو اس کے راستے پر کانٹے بچھا دیے جاتے ہیں یا اس کا تبادلہ (Transfer) کروا دیا جاتا ہے یا اس کو نا اہل (Dismiss) کر دیا جاتا ہے یا اسے اس قدر مجبور کر دیا جاتا ہے کہ وہ خود ہی مستعفی (Resigned) ہو جاتا ہے۔

کاش نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا قیام ہو جائے تو ہر طرف قتل و غارت کی بجائے احرامِ انسانیت ہو چوری و ڈاکہ کے بجائے لوگوں کے مال و اسباب کی حفاظت ہو، عدالتیں اور کچھریاں ذلیل و رسوا کرنے کی بجائے عدل و انصاف فراہم کریں، انصاف پیسوں کے عوض نہ بکے، قانون تک ہر شخص کی رسائی ہو۔ اگر یوں ہو جائے تو پوری دنیا میں مسلمانوں کی جاہ و جلالت کے ڈنکے بجیں اور پھر سے اسلامی انقلاب اقوامِ عالم کا مقدر بن جائے۔

لیکن المیہ یہ ہے کہ جب علمائے کرام نفاذِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا اعلان کرتے ہیں تو بیرونی غیر مسلم قوتیں دخل اندازی (Interference) کرتی ہیں اور ہر طریقہ اور حربہ استعمال کر کے مدارس اور علماء کو بدنام کرنے کی سر توڑ کوششیں کرتے

ہیں جس کے نتیجے میں ضعیف الاعتقاد مسلمان ان یہود و نصاریٰ کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس کر اپنی سوچوں کے قیدی بن کر رہ جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آزادی و حاکمیت کا تصور ختم ہو کر رہ جاتا ہے اور پھر سے غلامی و بربریت کی حکومت غالب آ جاتی ہے۔

شان نزول و مقصدیت

اس آیت کریمہ کا شانِ نزول ہم نے نافرمانی والے باب میں ذکر کر دیا ہے۔ یہاں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ کا قول ذکر کرتے ہیں تاکہ اس کو مزید سانچہ حقیقت میں ڈھالا جاسکے۔

یہ آیت حضرت زینب بنت جحش اسدیہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش اور ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب حضور نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی کے حق میں نازل ہوئی کہ حضور ﷺ نے زید بن حارثہ جو حضور ﷺ کے لے پا لک تھے ان کے نکاح کے لیے زینب کو پیغام دیا جسے حضرت زینب اور ان حضرت نے قبول نہ کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت زینب و غیرہ راضی ہو گئے اور حضرت زید کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا گیا۔

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے حکم اور مشورہ میں فرق ہے۔ حکم پر سب کو سر جھکانا پڑے گا اور مشورہ کے بارے میں قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوگا۔ اسی لیے یہاں قضی اللہ و رسولہ فرمایا گیا۔

دوسری جگہ ارشاد ہوا:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ - (۱)

معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے حکم کے سامنے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مومن کو اختیار نہیں ہوتا اگر حضور ﷺ کسی پر اس کی منکوہ بیوی حرام کر دیں تو

وہ حرام ہو جائے گی جیسے حضرت کعب کے لیے ہوا۔ غرضیکہ حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے دین و دنیا کے معاملات کے مالک و مختار ہیں۔

اس سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ امر و جوہ کے لیے ہوتا ہے دوسرے یہ کہ حضور ﷺ ہر مومن کے جان و مال کے مالک ہیں تیسرے یہ کہ حضور ﷺ کا حکم ماں باپ کے حکم سے زیادہ اہم ہے چوتھے یہ کہ حضور ﷺ کا حکم خدا کا حکم ہے کہ اس میں تردد کرنا گمراہی ہے۔ دیکھو عورت کو اپنے نفس کا اختیار ہوتا ہے کہ کسی سے اپنا نکاح کرے یا نہ کرے مگر حضور ﷺ کے حکم پر اسے اپنے نفس کا بھی اختیار نہیں۔ (شان حبیب الرحمان)

اللہ اور رسول ﷺ کی حاکمیت تسلیم کرنا ہر حال میں ضروری ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَإِذَا دَعَا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِحُكْمٍ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ

مَعْرُضُونَ ۝ (۱)

ترجمہ: ”جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تب ان میں سے ایک گروہ اعراض کرنے لگتا ہے۔“

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِحُكْمٍ

بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (۲)

ترجمہ: ”بے شک مومنین کا کہنا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں وہ کہیں کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی اور وہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔“

ان آیات طبیحات میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حاکمیت، قضا اور اس کے ماننے یا نہ ماننے والوں کا بیان ہے اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ جس کو رسول ﷺ کا حکم یا فیصلہ منظور نہیں وہ حکم خدا سے گریزاں اور روگرداں ہے اور جو منظور کر لے تو کامیاب و کامران ہے۔

شان نزول اور مقصدیت

نزلت هذه الآية في بشر المنافق كانت بينه وبين الرجل من

(۱) - النور: ۴۸

(۲) - النور: ۵۱

اليهود خصومة في ارض فقال اليهودي نتحاكم الي محمد ﷺ وقال المنافق نتحاكم الي كعب بن الاشرف فان محمدا يحيف علينا فانزل الله الآية. (۱)

ترجمہ: ”یہ آیت کریمہ بشر منافق کے بارے میں نازل ہوئی اس کا اور ایک یہودی کا زمین کے بارے میں جھگڑا ہو گیا تو یہودی کہنے لگا ہم محمد ﷺ سے فیصلہ کروائیں گے اور منافق کہنے لگا ہم کعب بن اشرف سے کروائیں گے کیونکہ محمد ﷺ ہم پر ظلم کریں گے۔“

مقصدیت

نزول آیات کریمہ کا مقصد حضور نبی اکرم ﷺ کی امانت و دیانت، آپ کی حاکمیت، عہدہ قضا، پاکدامنی، سچائی و راستی کو بیان کرنا، آپ کی اطاعت و اتباع اور پیروی کو لازم قرار دینا، اپنے ذکر کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی نیابتی حاکمیت پر مہر ثبت کرنا اور منافقین کی چالبازیوں کو منظر عام پر لانا تاکہ ان کا دایاں دکھا کر بائیں مارنا روز روشن کی طرح عیاں و آشکارا ہو جائے اور ان کے ناپاک عزائم بے مراد ہو جائیں اور ان کا خدا سے حبیب خدا کو بیگانہ متعارف کروانے کا تصور غیر متصور ہو جائے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی حاکمیت ثابت ہو جائے۔ ظاہر ہے منافقین جن کا باطن اور ہوا اور ظاہر اور ہوتو وہ لوگ کیا فیصلے کر پائیں گے؟ حاکمیت اور قضا کے لیے عدالت ہر حال میں شرط ہے اور منافقت تو عدالت کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے اس لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات ہی ذیب مستند عدالت ہو تو حقوق العباد کا تحفظ ممکن ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نیابتی حاکمیت کے عہدہ سے سرفراز فرمایا تاکہ جملہ عالم کو ان کے حقوق میسر ہو سکیں اور ویسے بھی حاکمیت کی تقسیم جو آپ نے اس حدیث میں فرمائی کہ ”کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ“۔ ہر حاکم سے اس کی

رعایا کے بارے سوال ہوگا یعنی حضور نبی اکرم ﷺ نے پوری دنیا کی تنظیم سازی کی اور یہ قانون جاری فرما دیا کہ ہر ملک، ہر علاقہ، ہر گھر اور ہر دو انسانوں کے ساتھ ایک تیسرا حاکم ہوگا اور اسے حساب دینا ہوگا۔ یہ روایت بھی آپ کی کامل حاکمیت پر دال ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے والا مریض یا شکی

ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿أَفِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَمْ ارْتَابُوا أَن يَخَافُوا أَن يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولَهُ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (۱)

ترجمہ: ”کیا ان کے دلوں میں بیماری یا شک ہے یا وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا بلکہ وہ ہی ظالم ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے فیصلوں اور حاکمیت میں شک کرنے والوں کو قلبی و ذہنی مریض و شکی اور ظالم قرار دیا جا رہا ہے اور ان کی عدالت و ثقاہت کے ناقص ہونے پر مہر ثبت کی جا رہی ہے چونکہ ظلم عدل کی ضد ہے اس لیے حضور نبی اکرم ﷺ کی صفت عدل کے مقابلے میں منافقین کو صفت ظلم سے متصف کیا جا رہا ہے لہذا جو کوئی بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی عدالت و ثقاہت اور حاکمیت پر ذرا ہر بھی شک کرے گا وہ اپنی عدالت و ثقاہت سے محروم قرار پائے گا۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول ماقبل آیت میں بیان کر دیا گیا ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ کی ولایت

ولایت کا معنی و مفہوم

وہی سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے دوست، مددگار، معاون وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اور نبی کریم ﷺ کی ولایت و معیت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ (۱) وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾ (۱)

ترجمہ: ”بے شک تمہارا دوست اللہ اور اس کے رسول اور مومنین ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور (بارگاہِ خدا میں) جھکتے والے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کو دوست رکھے گا پس اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ان مومنین کو مشرکہ جانفزا سنایا ہے جنہوں نے کفار و یہود کے چھوڑ دینے کی وجہ سے اپنے آپ کو تنہا سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ اور مومنین کی معیت و معاونت کا یقین دلایا اور ان کے تصورِ فرقت و خلوت کو تصورِ بیعت و صحبت میں بدل دیا اور اپنی اور اپنے محبوب کی معاونت کا اعلان فرما کر تسلی و تسکین قلب عطا فرمادی۔

شان نزول و مقصد بیت

قال جابر بن عبد الله: جاء عبد الله بن سلام الى النبي ﷺ فقال يا رسول الله ان قومنا قريظة والنضير قد هجرونا وفارقونا واقسموا ان يجالسونا فنزلت هذه الآية فقرأها عليه رسول الله ﷺ

فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ! رَضِينَا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ أَوْلِيَاءَ. (۱)
ترجمہ: ”حضرت جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ: عبد اللہ بن سلام بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے تو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! بے شک ہماری قوم قرظہ اور نصیر نے ہمیں چھوڑ دیا اور الگ ہو گئے اور قسمیں کھالیں کہ ہمارے ساتھ نہیں بیٹھیں گے پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلاوت اُن کے سامنے فرمائی تو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کے مددگار ہونے پر راضی ہو گئے۔“

بعض کے مطابق یہ آیت مبارکہ حضرت عبادہ بن صامت اور بعض کے مطابق حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مومن کو کبھی بھی اور کسی بھی صورت میں اپنے آپ کو تنہا نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ تو حید کے اثرات میں سے پہلا اثر جو ایک مومن پر پڑتا ہے وہ شجاعت و بہادری ہے اور مایوسی کا خاتمہ ہے لہذا صاحب ایمان کو ہر وقت اللہ کی معیت پر فخر ہونا چاہیے۔

ایک بہت بڑی بیماری جو بعض مسلمانوں کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم یہود و نصاریٰ سے دور ہو گئے یا اُن سے معاہدے ختم کر لیے تو ہماری معیشت تباہ ہو جائے گی۔ یہ ایک انتہائی غلط خیال ہے۔ یہی ہماری پارلیمنٹ کے بعض ایم۔ این۔ اے (MNA)، ایم۔ پی۔ اے (MPA) اور وزراء (Ministers) کو بھی لگی ہوئی ہے اور بعض فوجی افسران، مذہبی جماعتوں کے راہنما اور عوام الناس کے نمائندگان کو بھی اور بعض پڑھے لکھے جاہلوں کو بھی جو پیسے کی خاطر اپنا ایمان اور ملک کی سلامتی کا سودا کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کا بوجھ اپنے سر لے رہا ہوں یا وہ ملک جس

نے مجھے جہنم دیا، جس میں میری پرورش ہوئی مجھے اپنے اوپر رہنے کے لیے ٹھکانہ دیا میں اسی وطن عزیز کے ساتھ غداری کر رہا ہوں؟

کاش! ابھی بھی لوگ یہ بات سمجھ جائیں اور اس خدا داد اسلامی ریاست کی حفاظت کر کے سچا اور مخلص مسلمان ہونے کا ثبوت دیں۔

جب تک صاحب ایمان اپنا جذبہ ایمانی سلامت رکھتے ہوئے حقیقتاً بارگاہِ الہی میں سر بسجود نہ ہو اس کو وہ لطافت و سکونت کبھی حاصل نہیں ہو سکتی اور اسلام سے دوری اور دنیاوی عیاشیاں یہ عندیہ دے رہی ہیں کہ تمہارا راستہ صراطِ مستقیم نہیں بلکہ خواہشاتِ دنیا ہے۔

یہ بات تو روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ جب کسی انسان کا تعلق کسی مال و زر والے یا بڑے عہدے والے کے ساتھ ہوگا تو وہ اپنے آپ کو صاحب مال اور صاحب حیثیت تصور کرے گا لیکن اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو حاکمیتِ اعلیٰ اور اعلیٰ اقتدار کا مالک خدا تعالیٰ ہے جس نے کائنات بنائی اور پھر نظام کائنات کو چلا یا وہی مالک و خالق اور حقیقی مختار کل ہے تو جس کا تعلق اس ذات کے ساتھ ہو جاتا ہے تو اس کا مقام و مرتبہ و منزلت و حیثیت ساری کائنات سے جدا گانہ ہو جاتی ہے پھر وہ دیکھتا ہے تو خدا کے نور سے، چلتا ہے تو خدا کی طاقت سے۔ کو یا کہ اس کو ایسی معیتِ خداوندی مل جاتی ہے کہ روئے زمین پر وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا بلکہ دنیا و آخرت کا وارث بن جاتا ہے۔ پس یہود و نصاریٰ اور کفار و شرکین کی پشت پناہی کبھی بھی ایک مومن کے لیے فائدہ مند نہیں ہو سکتی کیونکہ کافر کبھی بھی مومن کا سچا اور حقیقی دوست نہیں ہو سکتا اور اگر آج دوست ہے تو کل نہیں بکل ہے تو پرسوں نہیں۔

یہ عزت و غلبہ اپنی قوم ہی سے ملتا ہے اور ان سے ترکِ تعلق اور کفار سے دوستی ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت

خالق ارض و سماء نے کائنات کو بنایا، شمس و قمر، شجر و حجر، حر و سرد، جن و بشر سب اس کی تخلیق کا مظہر ہیں۔ پھر نظام کائنات کی اصلاح و درستی کے لیے ملائکہ و رسل کو ذمہ داریاں سونپ دیں، کائنات کے انتظامی و انصرامی امور کے لیے ملائکہ اور اصلاحی امور کے لیے انبیاء و رسل علیہم السلام کا انتخاب فرمایا۔ یہاں تک کہ افضل و خاتم الانبیاء، امام الرسل، اصل کائنات، جان کائنات، شان کائنات، حسن کائنات، ہادی و رہبر کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و صحبہ وسلم کو راہ ہدایت کا راہی بنانے کے لیے مبعوث فرمایا اور آپ کی ذات طیبہ کو صفات جمیلہ و خصائل حمیدہ کے ساتھ منجھائے کمال تک پہنچایا جو ہر عیب و نقص سے مبرا و پاک ہے اور پھر اس کو امت کے لیے نمونہ عمل بنا دیا گیا اور لبادۂ کاملیت و اکملیت، جامعیت و تمامیت، عالمگیریت و ہمہ گیریت اوڑھا کر حیاۃ طیبہ مبارکہ کا ایک ایک گوشہ، ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ محفوظ کر کے نسب قرطاس کر دیا تاکہ (پنجابی مقولہ ہے: ”ہر بھکھا پھل کھاوے“) ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے انسان آپ کی سیرت طیبہ پر عمل پیرا ہوں اور آپ کی اطاعت و اتباع میں کامیاب و کامران ہو جائیں۔

اطاعت سے مراد

جملہ اصول و ضوابط اور وہ امور جن کا صدور حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے ہوا ہو خواہ وہ وحی متلو (قرآن کریم) ہو یا وحی غیر متلو (سنت مبارکہ) ان سے ثابت شدہ احکامات و امور چاہے ایمانی ہوں یا اعتقادی، معاملاتی ہوں یا عباداتی، قصاصی ہوں یا جنائی، قانونی ہوں یا عدالتی و پنچائیتی، دینی ہوں یا اخروی، انفرادی ہوں یا اجتماعی، خارجی ہوں یا داخلی، جنگی ہوں یا دفاعی، اصلاحی ہوں یا جدالی و قتالی، غلامی ہوں یا ریاستی و حکومتی، مسلم حقوق ہوں یا ذمی، معاشرتی و سماجی ہوں یا معاشی و عمرانی، اقتصادی و تجارتی ہوں یا مالی و بدنی، مادی ہوں یا روحانی، تعلیمی ہوں یا تبلیغی تمام امور میں حضور ﷺ کی پیغمبرانہ اور حاکمانہ حیثیت کی اتباع کا نام اطاعت ہے جن

لوگوں کا خیال ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی حیثیت مبارکہ حاکمانہ تھی نہ کہ پیغمبرانہ جس طرح کہ بعض مستشرقین اور منکرین حدیث کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا صرف اتنا کام تھا کہ آپ اس امت تک خدا کی طرف سے قرآن کریم پہنچاتے، اس کے علاوہ جو آپ نے حکومت کی ہے وہ حاکمانہ حیثیت سے تھی نہ کہ پیغمبرانہ یہ ہبامنثورا اور زعم باطل کے سوا اور کچھ بھی نہیں کیونکہ پیغمبر اسلام ﷺ کی بعثت کا مقصد دنیاوی حکمرانی نہیں تھا بلکہ بحیثیت پیغمبر، قرآن کریم کی جامعیت کی تکمیل، اجمال کی تفصیل، اشکال کی توضیح، اطلاق کی تنقید، عموم کی تخصیص، احکام خداوندی کی تنفیذ، حرام کی تحلیل اور حلال کی تحریم اور ایسے امور جن کا تعلق وحی خداوندی (غیر متلو) سے ہے ان کی ترسیل بھی مقصد بعثت تھا ظاہر ہے نیابتی حاکمیت، حقیقی حاکمیت کی تفصیل و تشریح اور یہ حقیقت منصف شہود پر جلوہ گر ہے کہ جب تک تفصیل و تشریح کا سہارا نہ لیا جائے تو مجمل اپنے دائرہ اجمال کا حصہ بن کر رہ جاتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ تفصیل و تشریح متن کا حسن ہوتی ہے لہذا یہ کہنا بعید نہ ہوگا کہ نیابتی حاکمیت حقیقی حاکمیت کا حسن ہے گویا کہ حضور ﷺ کی ذات گرامی انوار و معاملات الہی کا مظہر اتم ہیں اور جس طرح مجمل کے لئے مفصل اور مشکل کے لئے موضح کی ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی رموز و اسرار الہی کی تفہیم کے لئے ایسی ذات مبارکہ کی ضرورت ہے جو خود ترجمان باری تعالیٰ ہو۔

مثال کے طور پر قرآن کریم کی ہر آیت کے نزول کے وقت نبی کریم ﷺ نے کاتبین وحی اور باقی صحابہ سے فرمایا کہ یہ قرآنی آیات ہیں تو آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ ”یہ قرآنی آیات“ نہیں یہ حدیث نبوی ہوئی اور جو منزل من اللہ ہے وہ قرآن مجید۔ لہذا قرآن کریم کی پہچان کے لئے آپ ﷺ کی حدیث کی احتیاج اور ضرورت ہر حال میں ہے اور حدیث نبوی ﷺ کے بغیر قرآن کریم اپنی نزولی و قانونی حیثیت کھو بیٹھے گا پس اس کے سوا چارہ نہیں کہ آپ ﷺ کے فرامین اور سیرت طیبہ کو حجت مانا جائے پس قرآن کریم کے ساتھ آپ کی سنت مبارکہ کی اطاعت ہر حال میں لازم و ضروری ٹھہری اور آپ کی پیغمبرانہ اور حاکمانہ حیثیت کی اطاعت و اتباع بھی لازم قرار

پائی۔

اس کے علاوہ بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح قرآن کریم کی نزولی حالت محتاج بیان نبوی ﷺ ہے ایسے ہی اس کی تشریح و توضیح بھی ہے جس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ جو بنیادی ارکان اسلام ہیں ان کی فرہیت تو قرآن کریم سے ثابت ہے مگر نماز کی تعداد اور رکعات کی تعداد اور روزہ کے مختلف مسائل، حج کا زندگی میں ایک بار فرض ہونا اور زکوٰۃ کا نصاب قرآن کریم میں بیان نہیں کیا گیا جو آپ ﷺ کا بیان کردہ ہے پس معلوم ہو گیا کہ کوئی اسلامی قانون اپنی تکمیل کے لئے حضور ﷺ کا محتاج ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کی تمام تر عطا کیں تحفہ خداوندی ہیں۔

رہی ان لوگوں کی بات جو معتزین یا منکرین ہیں ان کے ساتھ اس سلوک کے سوا اور کچھ نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی اس دنیا میں اپنی کوئی ایسی حیثیت نہیں اور یہ بات بھی واضح ہے کہ جو حضور ﷺ کے مناصب کا قائل نہیں وہ کبھی بھی قرآنی احکامات کو تسلیم نہیں کرنا ہوگا یہ سب دشمنان اسلام کی سازشیں اور پروپیگنڈے ہیں ورنہ قرآن پاک کی حجیت کے جھوٹے دعوے کرنے والے منکرین کبھی بھی حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور اتباع سے منحرف اور روگرداں نہ ہوتے یہاں چونکہ اس کی تفصیل ہمارا مقصد نہیں اس لئے اس کو انتہائی اختصار سے بیان کیا۔

قرآن کریم کی روشنی میں اطاعت و اتباع رسول ﷺ کا حکم

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَطْعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ

عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۝﴾ - (۱)

ترجمہ: ”جس نے رسول کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے روگردانی کی تو آپ اُن پر نگہبان و محافظ نہیں ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے

شان نزول و منافقین کا ردِ بلیغ

یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب منافقین اپنی ٹھگ نظری، کج روی، بے ایمانی، ہٹ دھرمی اور عداوت کا ثبوت دے رہے تھے۔

حضور نبی محمد شہم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اطَاعَنِي فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ احْبَبَنِي فَقَدْ احْبَبَ اللَّهَ. (۲)

ترجمہ: ”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔“

یہ سن کر منافقین بولے: ارے یہ شخص تو چاہتا ہے کہ ہم اسے رب مان لیں جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو رب بنالیا تھا پس منافقین کے جھوٹے کلام کا رد کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کا نزول فرمایا کہ: ”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے زعمِ باطل کا رد

(۱) - النساء: ۸۰

(۲) - معالم التنزیل للبغوی، ۲/۳۵۳

فرماتے ہوئے تو حیدر رسالت اور قربت مصطفیٰ کریم ﷺ اور رفعت و عظمت جانِ کائنات ﷺ کو بھی بیان فرما دیا۔

امام طبری کا قول

امام طبری فرماتے ہیں:

وهذا اعداد من الله الى خلقه في نبیه محمد ﷺ يقول الله تعالى ذكره لهم من يطع منكم، ايها الناس محمداً فقد اطاعني بطاعته اياه فاسمعوا قوله واطيعوا امره فانه مهما يا امركم به من شيء فمن امري يا امركم وما نهاكم عنه من شيء فمن نهى فلا يقولن احدكم: انما محمد بشر مثلهنا يريد ان يفضل علينا. (۱)

ترجمہ: ”اور یہ اللہ کا اپنے نبی ﷺ کی ذات کے بارے میں اپنی مخلوق کی طرف پیغام ہے اللہ تعالیٰ محبوب ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے منافقین سے فرماتے ہیں: اے لوگو! تم میں سے جو محمد ﷺ کی اطاعت کرے گا پس اس نے محبوب ﷺ کی اطاعت کی وجہ سے میری اطاعت کی۔ پس تم ان کا فرمان سن کر پیروی کرو وہ جو بھی تم کو حکم دیں وہ میرا ہی حکم ہے وہ جس سے تم کو منع کریں وہ میری طرف سے ممانعت ہے پس تم میں سے کوئی یہ نہ کہنے کی جسارت کرے محمد ﷺ ہماری طرح کے بشر ہیں اور وہ ہم سے فضیلت لینا چاہتے ہیں۔“

امام قشیری کا قول

امام قشیری فرماتے ہیں:

هذه الآية تشير الى جمع حال الرسول ﷺ فقال سبحانه طاعته طاعتنا، فمن تقرب منه تقرب منا، مقبولة مقبولنا ومردودة مردودنا. (۲)

(۱) - جامع البيان للطبري ۵۶۱/۸۰

(۲) - تفسير القشيري ۸/۲۰

ترجمہ: ”یہ آیت رسول ﷺ کی اللہ کے ساتھ حالت کو جمع کرنے کی طرف اشارہ ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محبوب کی اطاعت ہماری اطاعت ہے جو محبوب کے قریب ہے وہ ہمارے قریب ہے محبوب کا مقبول ہمارا مقبول اور اس کا مردود ہمارا مردود ہے۔“

اقوال علماء و مفسرین سے معلوم ہوا کہ یہ آیت کریمہ منافقین کے ارادوں کو ناکام کرنے اور مومنین کے عقیدہ رسالت میں پختگی اور محبت رسول ﷺ کی قلب مومن میں جلوہ گری کے لیے نازل ہوئی۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں عیوب و نقائص نکالنا منافقین کی چال ہے۔ رفعت و عصمت مصطفیٰ کریم ﷺ پر قرآن شاہد ہے۔ آپ ﷺ کو ہر معاملہ میں اپنی طرح کا بشر کہنا غلط اور خلاف شرع ہے۔ آپ ﷺ کی صفات اور احوال اللہ تعالیٰ کے ساتھ اکٹھے ذکر کیے گئے ہیں۔ جو محبوب ﷺ کا ہے وہ خدا کا ہے اور جو ان کا نہیں وہ خدا کا نہیں بخدا نہیں۔

دوسری آیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَطْعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾۔ (۱)

ترجمہ: ”اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا پس وہی لوگ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور کتنی اچھی ہے ان کی رفاقت۔“

(۱) - النساء: ۶۹

اس آیت کریمہ میں مطیعین کو انعامات کی بشارت سنائی گئی ہے۔

مقصدیت و شان نزول

امام بغوی فرماتے ہیں:

نزلت فی ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ وکان شدید الحب لرسول اللہ ﷺ قلیل الصبر عنه فاتاه ذات یوم قد تغیر یعرف الحزن فی وجهه فقال به رسول اللہ ﷺ ما غیر لونک؟ فقال یا رسول اللہ ﷺ مالى مرض ولا وجع غیر انی اذ لم اراک استوحشت وحشة شديدة حتى الفاک ثم ذكرت الاخرة فاخاف الا اراک لانک ترفع مع النبیین وانی ان دخلت الجنة کنت فی منزلة ادنی من منزلتک وان لم ادخل الجنة لا اراک ابدا۔ فنزلت هذه الآية۔ (۱)

ترجمہ: ”حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی آپ ﷺ سے انتہا درجے کی محبت کرتے تھے اور داشت نہیں ہوتا تھا پس ایک دن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، رنگ بدلا ہوا تھا، چہرے پر پریشانی کے آثار تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ کا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے تو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی بیماری ہے نہ تکلیف ہاں جب آپ نظر نہیں آتے تو ایسی وحشت طاری ہوتی ہے کہ جب تک آپ کا دیدار ملاقات نہ ہو جائے تو سکون میں سر نہیں ہوتا پھر مجھے آخرت کا خیال آیا تو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ میں تو آخرت میں آپ کو دیکھ نہ پاؤں گا کیونکہ آپ تو انبیاء کے ساتھ بلند مقام پر فائز ہوں گے اور اگر میں جنت میں داخل ہو گیا تو آپ کی منزل سے بہت نیچے ہوں گا اور اگر جنت میں داخل نہ ہوا تو کبھی نہ دیکھ پاؤں گا پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔“

(۱) - معالم التنزیل للبغوی، ۲/۲۴۷ - البحر المحیط لابی حیان، ۴/۱۰۱۴

لیباب التاویل للخالق، ۲/۱۲۸ - النیسابوری، ۳/۲۳

امام قتادہ کا قول

امام قتادہ فرماتے ہیں:

قال بعض اصحاب النبی ﷺ کیف یكون الحال فی الجنة وانت فی المدرجات العلیی ونحن اسفل منک؟ فکیف نراک فانزل اللہ تعالیٰ هذه الآية۔ (۱)

ترجمہ: ”بعض صحابہ نے کہا کہ جنت میں ہمارا کیا حال ہوگا؟ اس حال میں کہ آپ ﷺ جنت کے بلند درجات میں اور ہم آپ سے نیچے والی جگہ پر ہوں گے تو آپ کے دیدار سے کیسے مشرف ہوں گے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔“

معلوم ہوا کہ اطاعت خدا اطاعت رسول ﷺ ہے۔ اب ہم اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صرف ان آیات کا ذکر کر دیتے ہیں جن میں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ ﴿وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرِّسُولَ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا إِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ﴾ - (۲)

ترجمہ: ”اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پس اگر تم پھرے تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف تبلیغ کی ذمہ داری ہے۔“

۲۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرِّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرِّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ - (۳)

(۱) - معالم التنزیل، ۲/۲۴۷

(۲) - المائدہ: ۹۲

(۳) - النساء: ۵۹

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ اور رسول اور اولی الامر کی اطاعت کرو اور پھر اگر کسی معاملہ میں جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور آخرت کے دن پر۔ یہ بہت بہتر اور اچھی تاویل ہے۔“

۳۔ ﴿فَاقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ (۱)۔

ترجمہ: ”پس تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور تمہارے اعمال کی اللہ کو خبر ہے۔“

۴۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ (۲)۔

ترجمہ: ”اے صاحبان ایمان! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔“

۵۔ ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاصْلَحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ان كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (۳)۔

ترجمہ: ”پس تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر تم صاحب ایمان ہو تو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔“

۶۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا وَاكْفَرُوا بِمَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ تَسْمِعُونَ﴾ (۴)۔

ترجمہ: ”اے مومنین! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بجالاؤ اور سن کر بھی اُن

(۱)۔ المجادلہ: ۱۳

(۲)۔ محمد: ۳۳

(۳)۔ الانفال: ۱

(۴)۔ الانفال: ۲۰

سے منہ نہ پھيرو۔“

۷۔ ﴿قُلِ اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِينُ﴾ (۱)۔

ترجمہ: ”فرمادیں کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پس اگر تم نے روگردانی کی تو بے شک اس پر وہی ہے جو ڈالا گیا اور تم پر بھی وہی بوجھ ہے جو ڈالا گیا اور تم اس کی اطاعت کرو تو ہدایت ملے گی اور رسول کے ذمہ تو صرف کھلم کھلا تبلیغ کرنا ہے۔“

مذکورہ بالا آیات طہیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے رسول کی اطاعت کا ذکر کیا اور بہت سے مقامات پر جہاں اپنا ذکر فرمایا وہاں نبی ﷺ کا نام ذکر کیا۔

آج کا المیہ

لیکن آج کے اس دور میں بعض مقامات پر یہ شور و غوغا سننے کو ملا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اظہار محبت اور ذکر خدا کے ساتھ ذکر مصطفیٰ کریم ﷺ پر غلو اور شرک کا داغ لگا کر شان رسالت کو کم کرنے اور یہود و نصاریٰ اور منافقین کی مساعی ناطمام کو پروان چڑھانے کی ناکام کوشش کی جا رہی ہے حالانکہ وہ لوگ یہ بھول گئے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی رفعت و عظمت کا ڈنکا اس عالم آب و گل میں کیوں بج رہا ہے اور ابو جہل و ابولہب ذلیل و رسوا کیوں ہیں؟

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ما ان مدحت محمداً بمقالتي

لكن مدحت مقالتي بمحمد (۲)

(۱)۔ النور: ۵۴

(۲)۔ المثل السائر لابن الفتح الموصلي، ۳۵۷/۳

ترجمہ: ”میں نے اپنے کلام (مقالہ) سے حضور ﷺ کی تعریف نہیں بلکہ حضور ﷺ کے ذکر سے اپنے کلام کی تعریف کی ہے۔“

خیال رہے کہ عظمت و رفعتِ مصطفیٰ ﷺ کے گیت گانے والے اچھے طریقے سے جانتے ہیں کہ توحید و رسالت میں کیا فرق ہے؟ اگر ذکر خدا کے ساتھ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ میں کوئی حرج لازم آتا تو اطاعت کی اکثر آیات میں ذکر خدا کے ساتھ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ کیوں آتا؟؟؟

ہاں یہ بات کسی سے پنہاں نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق اور نبی مہتمم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مخلوق ہیں اور مخلوق میں وہی صفت و عطا پائی جاسکتی ہے جو عطاۓ خداوندی ہو کیونکہ مخلوق کل عالم محتاج ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔

ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ

خاصانِ خدا، خدا نہ باشد

ولے از خدا، جدا نہ باشد

ترجمہ: ”خدا کے خاص بندے خدا تو نہیں ہوتے مگر خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے۔“

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس خدا ہرگز نہیں مگر خدا سے جدا بھی نہیں۔ تعلق و قربت کا مقام قابِ قوسین اور رایتِ ربی فی احسن صورۃ سے بھی آگے ہے جس کا فہم عقلِ انسانی کی گرفت میں نہیں کیونکہ ان تمام احوال و معاملات کے فہم سے عقلِ انسانی قاصر ہے لہذا اگر یہ معاملات کسی کی سمجھ میں نہ آئیں تو وہ حیران و ششدر ہونے کی بجائے احساسِ کم ظرفی کا خیال ضرور کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کو عطا کیے گئے معجزات و بینات ہوتے ہی وہ ہیں جو عقلِ انسانی اور حیوانِ ناطق کے ادراک سے ماورا ہیں۔

اطاعتِ خدا اور رسول اور دنیوی و اخروی کامیابی

اس تصور اور کامیابی و کامرانی کے راز کو افشاء کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ - (۱)

ترجمہ: ”اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

اس آیت مبارکہ میں دنیوی و اخروی رحمت مراد ہے جس سے معلوم ہوا کہ اطاعتِ خدا اور رسول رحمت کا ذریعہ ہے۔

اطاعتِ خدا اور رسول اور اخروی کامیابی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَطْعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَدْخُلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

الأنهار خالدين فيها وذلك الفوز العظيم﴾ - (۲)

ترجمہ: ”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ ایسی جنتوں میں داخل ہوگا جس کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ہمیشہ اسی میں رہے گا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اخروی کامیابی کا ذکر ہے اور خیال رہے کہ دنیاوی زندگی میں کامیابی و کامرانی ہی اخروی زندگی میں کامیابی کا سبب ہے۔

اطاعتِ گزاری کے انعامات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱) - آل عمران: ۱۳۲

(۲) - النساء: ۱۳

﴿وَمَنْ يَطْعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالشَّاهِدِينَ وَالصَّالِحِينَ﴾ - (۱)

ترجمہ: ”جو اللہ و رسول کی اطاعت کرے گا پس وہ اُن کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی نبی، صدیق، شہداء و صالحین۔“

اس میں اطاعت گزاری کے لیے عظیم انعامات کا ذکر ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَطْعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ - (۲)

ترجمہ: ”اور جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی پس اس کے لیے بہت بڑی کامیابی ہے۔“

پھر فرمایا:

﴿وَمَنْ يَطْعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ - (۳)

ترجمہ: ”اور جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی اور اللہ سے ڈرا، تقویٰ اختیار کیا پس وہی لوگ کامیاب ہیں۔“

پھر فرمایا:

﴿وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ

حَكِيمٌ﴾ - (۴)

ترجمہ: ”اور وہ (ایمان والے) اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہ وہی ہیں

(۱) - النساء: ۶۹

(۲) - الاحزاب: ۷۱

(۳) - النور: ۵۲

(۴) - التوبہ: ۷۱

جن پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔“

ان آیات سے پتہ چلا کہ اطاعت خدا اور رسول ﷺ میں ہی دنیوی و اخروی زندگی کی کامیابی و کامرانی مضمر ہے۔

تقاضائے اطاعت

حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت اس بات کی متقاضی ہے کہ ہمارا قول و فعل، سیرت و کردار، چال ڈھال اور باقی تمام دینی و دنیاوی، معاشرتی و سماجی، معاشی و عمرانی، ثقافتی و اقتصادی، تعلیمی و روحانی معاملات رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں ہوں۔

احکام شریعت کی پابندی، قوانین اسلام کی پاسداری، حقوق اللہ و حقوق العباد کی ذمہ داری غرضیکہ حیات تمام حیات مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہو۔ کیونکہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت اس لائق و قابل ہے کہ ان کی اطاعت و اتباع کی جائے کیونکہ اس عالم آب و گل میں ایسی کوئی شخصیت نہیں جس کی حیات طیبہ جامع و کامل ہونے کے ساتھ ساتھ مکمل طور پر محفوظ ہو۔

غیر مسلم بھی سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کر کے سر خم تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکے۔

رسول اللہ ﷺ کے متعلق مائیکل ہارٹ لکھتا ہے:

He was the only history of man who was supremely succesful in both the religius and seculer level.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ پوری دنیا کی تاریخ میں واحد شخص ہیں جنہوں نے دونوں مذہبی اور دنیاوی معاملات میں مکمل کامیابی حاصل کی۔

دنیا کے تمام مذاہب و ادیان کے بانیان کی زندگی کا ایک ایک گوشہ، ایک ایک پل محفوظ نہ کیا جاسکا اور نہ ہی ان کی تعلیمات میں اتنی ہمہ گیریت تھی کہ وہ

راہبر و راہنما کی حیثیت سے تاجدارِ کائنات کہلانے کے حقدار ہوں چاہے وہ کو تم بدھ ہو یا زرتشت، کنفیو شس ہو یا ترہنکرز ہوں۔ جو ہمہ گیریت و عالمگیریت اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کی تعلیمات میں پائی جاتی ہے وہ کسی اور میں قطعاً نہیں ہو سکتی۔

اللہ اور رسول ﷺ کا بلانا

اللہ تعالیٰ نے نبی مہتمم ﷺ کی اطاعت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَهُ تَحْشُرُونَ﴾ (۱)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! جب تم کو اللہ اور رسول کسی کام کے لیے بلائیں جس سے تم کو زندگی ملتی ہے تو تم حاضر ہو جاؤ اور جان لو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے اور بے شک اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین پر رسول اللہ ﷺ کی فوراً اطاعت واجب کر دی ہے چاہے کوئی حالتِ نماز میں ہو یا کسی اور امر میں مشغول ہو، کسی وظیفہ میں ہو یا امور دنیا میں۔ ہر حال میں جب بھی رسول اللہ ﷺ بلائیں تو آپ کی اطاعت ضروری ہے کیونکہ نماز و وظائف حق اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق تشریحی حق النبی ﷺ کے تابع کر دیئے ہیں۔

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آج کے دور میں جب بھی ضرورت پڑے، چاہے وہ رسول ﷺ کی مبارک ذات کے لیے ہو یا آپ کی اتباع کی خاطر۔ مومنین کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام امور کو ترک کر کے پہلے رسول اللہ ﷺ کی ذات کی خاطر یا آپ کی اتباع کی خاطر اپنی جان و مال اور اہل و عیال کی قربانی دے پھر باقی معاملات کی طرف توجہ کرے۔

شان نزول و مقصدیت

ان النبی ﷺ مر علی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وهو یصلی فدعاه فجعل ابی فی صلاتہ ثم جاء فقال رسول اللہ ﷺ: ما منعک ان تجیبنی اذ دعوتک؟ قال: کنت فی الصلوۃ قال: الیس یقول اللہ عزوجل: یا ایہا الذین امنوا استجبوا للہ وللرسل..... الایۃ فقال لا جرم یا رسول اللہ ﷺ لا تدعوننی الا اجبت وان کنت مصلیاً. (۱)

ترجمہ: ”بے شک نبی کریم ﷺ ابی بن کعب کے پاس سے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہے تھے پس آپ ﷺ نے اُن کو بلایا تو انہوں نے جلدی نماز ادا کر کے بارگاہِ مصطفویٰ میں حاضری دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھے کس چیز نے روکا میرے بلانے کا جواب دینے سے تو عرض کی میں نماز میں تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بلانے پر فوری جواب دیتے ہوئے حاضر ہو جاؤ تو حضرت ابی بن کعب نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! یقیناً اب جب بھی آپ مجھے حکم فرمائیں گے تو میں حالتِ نماز میں بھی جواب دوں گا۔

امام ابن کثیر لکھتے ہیں۔

عن ابی سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ قال کنت اصلی فمر بی النبی ﷺ فدعانی فلم آتہ حتی صلیت ثم اتیتہ فقال: ما منعک ان تاتینی؟ الم یقل اللہ ﴿یا ایہا الذین امنوا استجبوا للہ وللرسل اذا دعاکم﴾. (۲)

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید بن المعلی سے مروی ہے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو نبی کریم

ﷺ میرے پاس سے گزرے اور مجھے بلایا تو میں نہ آیا یہاں تک کہ نماز مکمل کر کے آیا تو آپ نے فرمایا کس چیز نے تم کو میرے پاس آنے سے روکا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ﴾ -

مقصد نزول آیات یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع کو لازم پکڑا جائے کیونکہ آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت و اتباع ہے اور آپ ﷺ کے حقوق اللہ کے حقوق ہیں۔ آپ ﷺ کا کوئی فعل مبارک اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف نہیں کیونکہ آپ کا کوئی قول یا فعل اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی کے بغیر نہیں ہوتا۔

اس کی میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو غسیل ملائکہ کہا جاتا ہے ان کی شادی کو ایک پوری رات بھی نہیں گزری کہ حکم جہاد آگیا اور نبی کریم ﷺ نے سب کو جہاد کی طرف مدعو کیا تو حضرت حنظلہ کی اتباع کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنی زوجہ سے جماع کے بعد غسل بھی نہیں کیا اور چل پڑے اور عالم کفر سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ باقی اجساد شہداء کے ساتھ آپ کا جسد اقدس بھی تھا مگر فرق یہ تھا کہ آپ کے جسد اقدس پر پانی کے قطرے تھے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ پانی کیسا؟ تو آقائے کونین ﷺ نے فرمایا کہ حنظلہ کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔

اللہ اللہ! حضور ﷺ کی اتباع کا یہ ثمر ہے کہ جسد نوری جسد خاکی کو غسل دے رہے ہیں۔

یہ بھی مقصد ہے کہ دین مصطفوی ﷺ کے لیے جب بھی کسی کو بلایا جائے یا ایسی ضرورت پیش آجائے کہ نو جوانان امت یا علماء و صلحاء امت یا عالم اسلام کے مسلمان باشندوں کو دین اسلام کی خدمت کے لیے کسی بھی میدان میں کودنا پڑ جائے تو ان کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں اپنی حاضری اور شرکت کو حتی الوسع یقینی بنائیں اور خدا اور رسول کے لیے جان کا نذرانہ پیش کر کے بروز قیامت سرخرو ہو جائیں۔

اللہ اور رسول ﷺ کا حرام کرنا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ﴾ (۱)

ترجمہ: تم ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اللہ اور اس کے رسول کے حرام کردہ کو حرام نہیں سمجھتے اور نہ ہی دین حق کو اپناتے ہیں یہاں تک کہ وہ مغلوب ہو کر خود جزیہ دیں۔

یہ آیت کریمہ بنو قریظہ اور نصیر جو کہ یہودی تھے ان کے بارے میں نازل ہوئی جن سے اللہ تعالیٰ نے قتال کا حکم دیا کیوں کہ یہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت نہیں کرتے تھے، اس آیت کے نزول کے بعد غزوہ تبوک پیش آیا۔

شان نزول

امام جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں:

ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ: امام مجاہد فرماتے ہیں:

نزلت هذه حين امر رسول الله ﷺ و أصحابه بغزوة تبوك. (۲)
ترجمہ: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو غزوہ تبوک کا حکم دیا گیا۔

مقصدیت

یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے شارع و متقن ہونے پر دلیل ہے اس

(۱) - التوبة: ۲۹

(۲) الدر المنثور ۵/ ۴۸

میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کا ہر حکم اور فعل منشاء حکم الہی کے بغیر نہیں ہوتا لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ حلت و حرمت کے احکامات نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے نازل فرمائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی طرف سے حلت و حرمت منزل من اللہ ہے خواہ وحی جلی کے ذریعے سے ہو یا وحی خفی کے ذریعے سے لہذا آپ کا شارع و مقتضی ہونا نہ صرف ثابت، بلکہ روشن و باہر ہے کچھ ایسی اطلاعات ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی امور تشریعیہ میں حاکمیت کو بعض لوگ ماننے سے انکار کرتے ہیں ایسا نظریہ رکھنے والے لوگ چند امراض میں مبتلا ہو سکتے ہیں:

☆ مذہبی تعصب

یہ صورت اس وقت پیش آتی ہے جب کوئی عقیدہ اپنی ناقصیت کی وجہ سے لوگوں کے قلوب و اذہان کو مرغوب و مرغوب نہ کر سکے تو اسکے ماننے والے ایسے قبیح افعال کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور مذہبی تعصب کی آڑ میں مختلف مذاہب پر کچڑا چھالنے کی سعی نامتوام کرتے ہیں۔

☆ ذہنی آوارگی

یہ صورت ایک پریشان کن صورت ہوتی ہے اس شخص کے لئے جو اپنی تعلیمات کی بجائے غیر مذاہب کی تعلیمات پر زیادہ زور دیتے ہیں اور پھر اپنی تعلیمات پر عبور نہ ہونے کی وجہ سے ناقص العقیدہ ہو جاتے ہیں جن کا اثر ان کے عقائد و تعلیمات اور معاشرے پر پڑتا ہے۔

☆ خواہشات نفس کی پیروی

جو اسلام کی تعلیمات کو ترک کر کے خواہشات نفس کی پیروی میں مصروف رہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے پیغام سے کوہوں دور رہتے ہیں۔

☆ آرام پرست لوگ

جو لوگ تعلیمات اسلام پر عمل کرنا اپنے لئے مشکل ترین سمجھتے ہیں ایسے

لوگ سکون پرستی کو ہمیشہ اہمیت دیتے ہیں اور آرام پرستی کی وجہ سے فرائض و واجبات پر عمل میں سستی کو تسلیم کرنے کی بجائے رسول اللہ ﷺ کی تشریعی حاکمیت کا انکار کرنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الا انی اوتیت الكتاب و مثله معه، الا یوشک رجل شعبان علی اربکته یقول علیکم بهذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوه وما وجدتم فیہ من حرام فحرموه الا لا یحل لکم لحم الحمار الاہلی ولا کل ذی ناب من السبع الحدیث (۱)

ترجمہ: خبر ار مجھے کتاب اور اس کی طرح کی ایک اور چیز عطا کی گئی ہے محتاط رہنا عنقریب ایک شکم سیر آدمی ٹیک لگا کر لوگوں سے کہے گا تم صرف قرآن کو لازم پکڑو جو اس میں حلال وہ تمہارے لئے حلال جو اس میں حرام بس وہ ہی تمہارے لئے حرام ہے خبر دار لوگو: (میں تم کو ایسی چیز بتاتا ہوں جس کی ممانعت قرآن میں نہیں میری سنت میں ہے) تمہارے لئے گھریلو گدھے اور کچلی والے جانور کا گوشت حرام ہے۔

ایسے لوگوں کی معاشرے میں کسی بھی اعتبار سے کوئی اہمیت نہیں نہ ان کے قول کو ترجیح دی جاتی ہے نہ فعل کو، یہ لوگ معاشرتی طور پر بالکل الگ تھلگ اور معاشرے کے افراد سے منقطع رہتے ہیں کیونکہ معاشرہ ایسے لوگوں کو قبول کرنے سے معذرت کرتا ہے تو جس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں وہ کس حیثیت سے صاحب حیثیت کی اہمیت کو رد کر سکتا ہے۔

ذیل میں ایسی مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس امور انتظامی کے ساتھ، ساتھ امور تشریعی کا بھی اختیار تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

واحمل اللہ البیع و حرم الربا ... الآية (۲)

(۱) - سنن ابی داؤد ص ۶۵۱

(۲) - البقرة: ۲۷۵

ترجمہ: اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا۔

اس آیت کریمہ میں مطلقاً بیع کا ذکر ہے یہ مذکور نہیں کہ بیع کی کون سی قسم حلال ہے۔ حالانکہ کچھ بیوع ممنوع ہیں اور کچھ مباح ہیں اگر صرف عبارتہٴ اخص کو دیکھا جائے تو تمام بیوع کا حلال ہونا لازم آتا ہے مگر ایسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ:

بیع منابذہ، ملامتہ، غرر، الحصاة، الکالی بالکالی، حبس الحبلۃ، نجش، حرام چیزوں کی بیع، تلغی جلب، السوم علی السوم وغیرہ سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اگر حضور ﷺ ان بیوع سے منع نہ فرماتے تو تمام کا تمام تجارتی نظام تباہ و برباد ہو جاتا ہر دوسرا شخص لوگوں کے حقوق کو جائز سمجھ کر کھانا آج جو دنیا میں کامیاب ترین نظام تجارت چل رہا ہے وہ انہی بیوع کے مرہون منت ہے۔

پس نبی کریم ﷺ نے مجمل کی تفصیل فرما کر نظام کائنات اور اس کے مکینوں پر احسان عظیم فرمایا۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخَنزِيرِ الْآيَةُ (۱)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کا مردہ حرام ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے

مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَحَلَّتْ لَنَا مَيْتَانِ وَدَمَانِ، فَمَا الْمَيْتَانِ فَالْحَوَتِ وَالْجَرَادُ، وَأَمَّا الدَّمَانِ، فَالْكَبِدُ وَالطَّحَالُ (۲)

ترجمہ: ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کر دیئے گئے ہیں پس دو مردار، مچھلی اور بڈی ہیں اور دو خون، کبھی اور جگر ہیں۔

اس روایت میں سے دو مردار اور دو خون کی تخصیص کر لی گئی ہے اور اس کا بیان قرآن

کریم میں نہیں بلکہ فرمان رسول ﷺ سے معلوم ہوا ہے جس سے آپ ﷺ کی امور و تشریعیہ میں حاکمیت کا اختیار روز روشن کی طرح واضح ہے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تشریعی اختیار عطا فرمائے ہیں تاکہ آپ ﷺ مجمل کی تفصیل یا عام کی تخصیص فرمائیں اور یہ اختیار رسول اللہ ﷺ نے استعمال بھی فرمائے ظاہر ہے رسول اللہ ﷺ اپنے پاس سے تو نہیں فرمائیں گے کیوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے نفاذ کے لئے مبعوث فرمائے گئے ہیں اور وحی آپ ﷺ کی طرف پیغام باری تعالیٰ کا ذریعہ ہے۔

خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے اختیارات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَنَا وَمَنْ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِثْلَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ (۱)

ترجمہ: خبردار جو رسول اللہ ﷺ نے حرام کیا ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات کی مختلف نوعیتیں رکھی ہیں کبھی تو اس کو قرآن کریم کی عبارت سے واضح فرما دیا اور کبھی زبان رسول ﷺ سے کہلوا دیا اور اس کو قرآن کریم کی تشریح قرار دے دیا اور فرمایا:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نَزَلَ إِلَيْهِمْ (۲)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن کریم) نازل فرمایا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کو اس کی وضاحت و تشریح بیان فرمائیں۔

اللہ اور رسول ﷺ کے لئے ہجرت

ہجرت کا معنی و مفہوم

(ب، ج، ر) ہاجر یہاجر مہاجرة سے ہے جس کا معنی ہے: ”اپنا وطن چھوڑ دینا“ اور ہجرت الی اللہ ورسولہ سے مراد ہے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر گھر یا ریا وطن چھوڑ دینا۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مَوَاجِمًا كَثِيرًا وَسَعَةً وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ يَدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (۱)۔

ترجمہ: ”اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے اپنے گھر سے نکل پڑے گا پھر اس کو موت نے گھیر لیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم والا ہے۔“
اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ جو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرے گا اسے ہم مدینہ میں وسعت والی جگہ دیں گے، اس کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو ہماری خاطر گھر یا رچھوڑ دیتا ہے ہم اس کی رسائی پوری کائنات تک کر کے اس کو منازل و مراتب میں وسعت دے دیتے ہیں چاہے وہ مکہ سے ہجرت کرنے والے ہوں جو پوری دنیا میں انقلاب لے کر آئیں یا وہ ہجرت کرنے والے لاہور آئیں یا کجرات۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اکثر علماء و محدثین اور صوفیائے کرام نے ہجرت کی ان کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا، وہ گھر سے بے گھر ہوئے تو مالک کائنات نے صلہ میں ان کو دونوں جہانوں کی وراثت عطا فرمادی، ان کو صاحب عزت کر کے لوگوں کو ان کے تابع کر دیا اور انہیں امت کا راہنما بنا دیا۔

اس آیت کریمہ میں اشارہ اس عظیم انسان کی طرف ہے جس کی راہ میں فکر معاش یا کسی قسم کا فتنہ یا مشکلات حائل ہو رہی ہوں اور وہ دین کی خدمت سے قاصر نظر آ رہا ہو۔ ان حالات میں اس کا خدا کی رضا کی خاطر ہجرت کر جانا اس کی کامیابی کا سبب ہوگا اور پھر اگر وہ زندہ ہے تو غازی اور مرجاتا ہے تو شہید ہوگا۔

شان نزول و مقصدیت

لما نزلت هذه الآية سمعها رجل من بني ليث شيخ كبير مريض يقال له جندع بن ضمرة فقال واللّٰه ما ابیت بمكة اخرجوني، فخرجوا به يحملونه على سرير حتى اتوا به التنعيم فادرکه الموت فصفق يمينه على شماله ثم قال:

اللّٰهم هذه لك وهذه لرسولك ابايعك على ما ابايعك عليه رسولك فمات فبلغ خبره اصحاب رسول اللّٰه فقالوا لو اوفى المدينة لكان اثم واوفى اجرا وضحك المشركون وقالوا ما ادرک هذا ما طلب فانزل اللّٰه ﴿وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ.....﴾ الآية (۱)۔

ترجمہ: ”جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو بنو لیث کے بہت بوڑھے مریض جن کا نام

جندع بن ضمیرہ تھا نے یہ آیت سنی تو کہا اللہ کی قسم! میں مکہ میں نہیں رہوں گا، مجھے ساتھ لے چلو پس انہوں نے ان کو چار پائی پر اٹھایا اور لے چلے، جب مقام تنعیم پر پہنچے تو موت کے آٹا رنمودار ہوئے۔ پس انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا اور کہا

(۱) — معالم التنزیل ۲۷۴/۲، الکشاف ۳۵۳/۱، النیسابوری ۶۲/۳۔

تفسیر ابی السعود ۲۲۴/۲، الخازن ۱۵۹/۲، اللیاب ۳۲۴/۵۔

تفسیر البیضاوی ۲۴۳/۱، التفسیر الکبیر للرازی ۳۵۵/۵۔

اے اللہ! یہ تیرا اور یہ تیرے رسول کا ہاتھ ہے پس میں اس پر بیعت کرتا ہوں پھر اُن کو موت آگئی اور یہ خبر صحابہ علیہم الرضوان کو پہنچی تو کہنے لگے کاش جندع مدینہ پہنچ جاتے تو پورا پورا اجر پالیتے سو مشرکین نے ہنسنا شروع کر دیا اور کہا جو اس نے چاہا، پانہ سکا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔“

اس سے معلوم ہوا کہ خدا کی راہ میں نکلنے کا ارادہ ہی اجر و ثواب کا باعث بن جاتا ہے منزل مقصود تک پہنچنا یا نہ پہنچنا تو بعد کی بات ہے اور اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ سچ اور حقیقت وہی ہے جو خدا کی طرف سے ہو مخلوق تو اپنے قلوب و اذہان کی وسعت کے مطابق بات کرتی ہے جتنی سوچ اور فکر میں وسعت ہو گی اتنی ہی زبان ترجمانی کر پائے گی۔ اور جہاں تک علوم خداوندی کا معاملہ ہے تو اس کی لامحدودیت میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں اس کا ہر فرمان مستقبل کی امانت و ضمانت، مقصد اور نظریہ کی تکمیل و ترقی ہے کیوں کہ کسی چیز کی تعمیر و تخلیق کرنے والا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس چیز کی عمر، مدت اور بقا کیا اور کتنی ہے پس اللہ کے راستے میں اٹھایا جانے والا ہر قدم ترقی و فکر اور تکمیل مشن کی طرف رواں دواں رہتا ہے اور اللہ کی مدد و نصرت ہر حال میں مسافر حق کی ہم سفر رہتی ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ کی رضا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يَرْضَوْهُ

ان كانوا مومنين﴾۔ (۱)

ترجمہ: ”وہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی رکھیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہیں کہ انہیں راضی رکھا جائے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹی قسمیں اٹھانے والے منافقین اور فریبیوں کے فریب کو بیان فرمایا اور ذات مصطفیٰ ﷺ پر بحث کرنے والوں کو درسِ رضائے مصطفیٰ ﷺ دیا اور حق و باطل کا فرق واضح کیا تاکہ کنایہ بھی حضور نبی مختتم ﷺ کی کوئی گستاخی نہ کر سکے۔

شان نزول

قال قتادة والسلي اجمع الناس من المنافقين فيهم الجلاس بين سويد وديعة بن ثابت فوقعوا في النبي ﷺ وقالوا ان كان ما يقول محمد حقا فنحن شر من الحمير وكان عندهم غلام من الانصار يقال له عامر بن قيس فحقروه وقالوا هذه المقالة فغضب الغلام فقال واللّٰه ان ما يقول محمد حق وانتم شر من الحمير ثم اتى النبي ﷺ فاخبره فدعاهم وسالهم ما رسول اللّٰه فحلفوا ان عامر كذاب وحلف عامر انهم كذبة فصديقهم النبي ﷺ فجعل عامر يدعوه ويقول اللهم صدق الصادق وكذب الكاذب فانزل الله تعالى هذه الآية. (۲)

(۱) - التوبة: ۶۲

(۲) - تفسير البغوي ۴/ ۶۸

ترجمہ: ”منافقین کا گروہ تھا جس میں جلاس بن سوید اور ویدعہ بن ثابت بھی تھے انہوں نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں باتیں کیں اور کہنے لگے جو کچھ محمد ﷺ کہہ رہے ہیں اگر وہ سچ ہے تو ہم گدھے سے بھی زیادہ برے ہیں اسی اثنا میں وہاں ایک انصاری بچہ جس کا نام عامر بن قیس تھا انہوں نے اس کی تحقیر کی اور یہی بات کہہ دی تو وہ بچہ غصے میں آکر بولا خدا کی قسم! جو کچھ محمد ﷺ نے فرمایا سچ فرمایا اور تم گدھے سے بھی بدتر ہو پھر وہ بچہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور وہ بات بتائی تو آپ ﷺ نے ان کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے حلفاً انہیں جھوٹا کہا پس نبی کریم ﷺ نے اُن لوگوں کی تصدیق کر دی تو عامر نے بارگاہِ خداوندی میں دستِ طلب دراز کیا اور عرض کرنے لگے اے اللہ! سچے کی تصدیق اور جھوٹے کی تکذیب کر دے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔“

مقصدیت

نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق کسی قسم کی حقارت اور بحث سے منع فرمایا اور غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کی محبت و عقیدت کو شرف بقا سے مشرف فرمایا ان کی تسلی و تشفی کے لیے اپنا کلام نازل فرمایا اور دفاعِ شانِ مصطفویٰ ﷺ کو یقینی بنایا۔ منافقین کا تو شروع سے ہی یہ طریقہ و طرزِ عمل رہا ہے کہ وہ گاہے بہ گاہے ذاتِ مصطفیٰ کریم ﷺ پر اعتراضات اور ہجو کیا کرتے۔ آپ کی ذات اقدس کے آئینہ میں اپنی ہی شکل دیکھ کر پیچیدہ عیوب و نقائص کو کھول کھول کر بیان کرتے چونکہ آئینہ میں اپنی ہی شکل نظر آتی ہے سو وہ لوگ اپنے ہی تصورات و تخیلات کی ترجمانی کرتے اور عامر کی طرح ہر دور میں حضور نبی اکرم ﷺ کے غلام اُن کا دفاع کرتے رہے خواہ عامر بن قیس ہو یا کوئی اور، اس دور سے لے کر آج جہاں کہیں کسی منافق نے سر اٹھانے کی کوشش کی تو مسلمانوں نے اس کا سرتن سے جدا کرنے کا اعلان کیا اور پھر تحفظِ ناموس رسالت کے بل پاس کروائے اور اسی نام سے تنظیم سازی بھی کی اور تنگی تلوار لے کر میدانوں میں اترے مگر منافقین ہمیشہ سر چھپاتے رہے آج بھی امریکہ، فرانس، ناروے، ڈنمارک

جیسے ممالک کے نااہل و جاہل باشندے اسی طرح کی کچھ کوششوں میں مصروف ہیں جن کی ان غلیظ حرکتوں پر پورا عالم اسلام احتجاج کر رہا ہے مجھے حیرانگی اس بات پر ہوئی کہ جب ایک یہودی فلمی ڈائریکٹر سستی شہرت کے نام پر گستاخی رسول ﷺ کا مرتکب ہوا تو یہودیوں نے اس معاملے سے خود کو نکالنے کی اور دامن بچانے کی بھرپور کوشش کی مگر جب ایک مسلم وزیر نے گستاخِ رسول ﷺ کا سر قلم کرنے پر انعام کا اعلان کیا تو یہودیوں کو ہی پیٹ میں درد اٹھا اور وزیر خارجہ نے اس پر احتجاج کیا اسی کو ہی منافقت کہتے ہیں کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور، اور کھانے کے اور لیکن انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب گستاخانِ رسول ﷺ اپنے انجام کو پہنچیں گے آخر حیات اسلام اور مسلمین کی ہی ہوئی اور ہوتی رہے گی جب تک وہ دامنِ مصطفیٰ کریم ﷺ سے وابستہ و پیوستہ رہیں گے اور جب تک مشربِ مصطفویٰ ﷺ سے شجرِ مسلمین کی آبیاری ہوتی رہے گی۔

افسوس ہے ان کلمہ کو مسلمانوں پر جو منافقین اور دشمنانِ اسلام کی بھختی آگ کو ہوا دے رہے ہیں اور ممبروں، مناظروں اور تقریروں میں حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ اقدس پر بحث اور عیوب و نقائص کو بیان کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے اور نور و بشر، غیب و حاضر کے جھگڑوں میں مگن ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ پر عنایات کی بارش فرمائی ہے تو قیل و قال کیسا، مناظرے اور بحثیں کیسی؟ بس یہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والے کل قبر میں ماسکت تقول فی حق هذا الرجل (”تو اس ہستی محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا“ کا کیا جواب دیں گے پس حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکت کا احترام و تعظیم ہر حال میں ضروری ہے اور ”اللہ ورسولہ احق ان یروضہ“ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا ہر حال میں ضروری ہے چاہے انسان خوشی کے عالم میں ہو یا دردِ عالم میں ہو، وہ عالم غربت میں پرورش پا رہا ہو یا صاحبِ ثروت ہو، میدانِ جنگ میں ہو یا جہانِ امن میں ہو، وہ علم کا متلاشی ہو یا تدریس کا ذمہ دار کسی

جماعت کا قائد ہو یا رکن، کاتب ہو یا قاری ہو گویا کہ جس عہدے یا ذمہ داری کا پارسر پر ہو رضائے خداوندی و مصطفوی کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے اور کبھی ترکِ تعلق نہ کرے۔ چونکہ رضا محبت کے ثمرات میں سے ہے اور مقربین کے لیے سب سے ارفع و اعلیٰ مقام ہے جو خدا کے لیے سب کچھ لٹا دینے کا نام ہے اس لیے یہ مقام ہر انسان حاصل نہیں کر پاتا مگر کوشش ضرور ہونی چاہیے اور جو یہ مقام حاصل کر لیتا ہے وہ اعلیٰ درجات پر فائز ہو جاتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی رضا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ“ اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے یعنی صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے مقامِ رضا عطا فرمایا کیونکہ ان کی رضا وہی تھی جو اللہ اور رسول کی رضا تھی۔

اللہ اور رسول ﷺ کی عطا

اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا کو رسول ﷺ کی عطا اور رسول ﷺ کی عطا کو اپنی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ﴾ (۱) ترجمہ: ”اور کیا ہی اچھا تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی عطا پر راضی ہو کر کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائے گا بے شک ہم اسی کی طرف راغب ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کی عطا پر اور آپ کی تقسیم پر اعتراض کرنے والوں کو جھوٹا اور لالچی کہا گیا ہے اور ان کو احساس دلایا گیا ہے کہ کاش تم اللہ اور رسول ﷺ کی عطا پر راضی ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ کو اپنا کفیل مان کر یہ کہتے کہ عنقریب ہمیں اللہ اور اس کا رسول ﷺ عطا فرمائیں گے تو ہم ضرور بہ ضروران کو عطا کرتے۔

شانِ نزول و مقصدیت

حضرت ابوسعید الخدیری فرماتے ہیں:

بينما رسول الله ﷺ يقسم قسما اذا جاءه الخويصرة السلمي فقال: اعدل يا رسول الله ﷺ فقال: ويلك ومن يعدل ان لم اعدل؟ فقال عمر: يا رسول الله ﷺ ائذن لي فاضرب عنقه فقال دعه فانزل الله تعالى: (۲)

(۱) - التوبة: ۷۴

(۲) - معجم التنزيل، ۷۵/۴

ترجمہ: ”اسی اثناء میں کہ رسول اللہ ﷺ جسے تقسیم فرما رہے تھے تو خود بصرہ پہنچی آیا تو کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! عدل کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو، کون عدل کرے گا اگر میں عدل نہیں کروں گا؟ پس حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اگر مجھے اجازت ہو تو اس کا سرتن سے جدا کر دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔“

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی تقسیم و عطا اللہ تعالیٰ کی تقسیم و عطا ہے کیونکہ خود بصرہ نے جب کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! عدل کریں تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس بات پر آیت کریمہ کا نزول فرمادیا اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ اگر وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عطا پر راضی ہو جاتے تو ہم ان کو اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے فضل سے عطا کرتے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ جملہ قرآن کا گفتہ ہے: ”اللہ اور رسول کا فضل“ لہذا محد و د سوچ کی اس جملے تک رسائی کہاں ممکن ہے اسی وجہ سے کم مانگی و بے بضاعتی کفر و شرک کے فتوے لگانے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اور عبارت النص سے ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا کے ساتھ رسول ﷺ کی عطا اور اپنے فضل کے ساتھ اپنے رسول کے فضل کا ذکر کیا ہے۔

(خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل، فضل حقیقی اور رسول ﷺ کا فضل خدا کی عطا ہے۔)

اس کے شان نزول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے صحابہ کی محبت کی کوئی انتہا نہ تھی نہ جان کی پرواہ، نہ مال کی، نہ اہل و عیال کی پرواہ، نہ ترکہ و وارثین کی۔ بس پرواہ ہے تو محبت جان کائنات ﷺ کی پرواہ ہے۔

اے عمر رضی اللہ عنہ! آپ کو ساری دنیا جانتی ہے کہ آپ نے کبھی بھی محبوب کی گستاخی صراحتاً ہو یا کنایہ برداشت نہیں کی۔ آپ کی تلوار گستاخانِ رسول ﷺ کے لیے ہر وقت لٹکتی رہتی ہے اور آپ کی تلوار کا اثر آج بھی اس امت مسلمہ پر باقی

ہے چاہے وہ کوئی بھی مرد مجاہد ہو جو اسلام کے پلیٹ فارم پر گستاخانِ رسول ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مخالفین کی سرگرمیوں کے سد باب کے لیے دن رات کوشاں ہے یا پھر ایسا مجاہد جس نے ایوانوں کو اور بڑے بڑے سرداروں اور جاگیرداروں کو ان کی اوقات یاد کروادی اور ہر قصر پر ایسا علم گاڑا کہ انسان جاں بلب اور ہرزبان خاموش نظر آئی۔ تاریکی کے اس دور میں جہاں مسلمانوں نے بھی توہین رسالت کے قانون کی دھجیاں بکھیرنا شروع کر دیں اور روح ایمانی کو اپنے جسدِ خاکی سے دور کرنا شروع کر دیا اور دنیاوی لذتوں نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ دنیا کواہ ہے کہ ایک مجاہد کے اس عمل نے تاریخ رقم کر دی اور بات بات پہ زبان کھولنے والوں کی زبانوں کو قفل مقوی لگ گیا۔

اور اس بات سے انکار کبھی نہیں کیا جاسکتا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر ہمارے عہد تک جب بھی کسی نے زبان درازی کی کوشش کی تو غلامان و محبانِ رسول ﷺ نے جان کی پرواہ کیے بغیر اپنا سب کچھ ذات و محبتِ مصطفیٰ ﷺ پر لٹا دیا۔

اللہ و رسول ﷺ کی شانِ غناء

غناء کا معنی و مفہوم

یہ غ، بن، ی سے ماخوذ ہے اور اسی سے اغناء ہے جس کا معنی ہے مالدار کر دینا، دوسروں سے بے نیاز کر دینا۔
اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی بے نیازی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ (۱) **ترجمہ:** ”(منافقین) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا یقیناً انہوں نے کلمہ کفر کہا ہے اور وہ (اظہار) اسلام کے بعد کافر ہو گئے اور اپنی مراد نہ پاسکے اور کسی چیز کو ناپسند نہ کر سکے مگر یہ کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا پس اگر یہ تو بہ کر لیں تو یہی ان کے لیے بہتر ہے اور اگر پھر گئے تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا کہ ان کے لیے زمین میں نہ کوئی دوست ہو گا نہ کوئی مددگار۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کا پول کھولتے ہوئے فرمایا کہ وہ لوگ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اگر انہوں نے یہ روش ترک نہ کی تو دنیا و آخرت میں ان کو ایسا ذلیل و رسوا کیا جائے گا کہ کوئی ان کو بچانے والا

ممد و معاون نہ ہوگا۔

یہ وہی منافق لوگ تھے جنہیں نبی اکرم ﷺ کے قدموں کے صدمے سے غنی کر دیا گیا۔ ان کی تنگدستی دیدنی تھی وہ بیچارے تو بھوک و افلاس کے مارے مال و دولت سے عاری تھے جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو ہر طرف بہار آگئی، زمین سرسبز و شاداب ہو گئی اور مرغزاریاں زمین کے چہرے پر تمھانے لگیں اور دوسری طرف ان لوگوں کو مال غنیمت سے بھی حصہ ملا جس سے وہ خوشحال ہو گئے اور جب خوشحال ہوئے تو بھول گئے کہ ہم پر کسی کے کیا کیا احسانات ہیں۔ جس طرح آج لوگ رسول اللہ ﷺ کا تعلیمی و روحانی صدقہ کھا رہے ہیں اور منبروں اور اسٹیجوں پر چڑھ کر انہی میں عیوب و نقائص تلاش کر کے لوگوں کو جھوٹی اخبار سے خبردار کر رہے ہیں، وہ یہ نہیں سوچتے کہ قبر میں جب فرشتے پوچھیں گے کہ ”مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي حَقِّ هَذَا الرَّجُلِ“ (تو اس ہستی پاک کے بارے کیا کہا کرتا تھا؟) کنت تقول ماضی استمراری ہے جس سے مراد منبروں اور اسٹیجوں، کانفرنسز یا کسی بھی جگہ پر رسول اللہ ﷺ کے متعلق گفتگو کرنا ہے پس جس نے جو گفتگو کی ہوگی اس کے مطابق جزا و سزا کا متحمل ہوگا۔

شانِ نزول و مقصدیت

امام کلینی فرماتے ہیں:

كَانُوا قَبْلَ قَدُومِ النَّبِيِّ ﷺ فِي ضَنْكٍ مِنَ الْعِيشِ فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ اغْنَمُوا بِالْغَنَائِمِ. (۱)

ترجمہ: ”نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے وہ لوگ تنگ دست تھے پس جب آپ ﷺ قدم رنجا ہوئے تو مال غنیمت ان کو کفایت کرنے لگا۔“
امام رازی فرماتے ہیں:

ان هؤلاء المنافقين كانوا قبل قدوم النبي المدينة في ضحك من العيش لا يركبون الخيل ولا يجوزون الغنيمة وبعد قدومه اخذوا الغنائم وفازوا بالاموال ووجدوا الدولة وذلك يوجب عليهم ان يكونوا محبين له مجتهدين في بذل النفس والمال لاجله. (۱)

ترجمہ: ”بے شک یہ منافقین نبی کریم ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری سے پہلے تنگدست تھے، نہ تو گھوڑوں پر سواری اور نہ غنیمت کے حصول پر متمکن تھے اور حضور ﷺ کی آمد کے بعد انہوں نے مال غنیمت حاصل کیا اور مال و دولت کے حصول میں کامیاب ہوئے اور یہ چیز ان کے لیے آپ کی محبت کو واجب کرتی تھی کہ وہ آپ سے محبت رکھیں اور اپنے نفس اور مال کے خرچ کرنے کے متعلق غور و فکر کریں آپ کے سبب۔“

معلوم ہوا کہ اس آیت کے شان نزول کا مقصد نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطاء و غناء کو بیان کرنا اور منافقین کی چالبازی کو عوام الناس اور مومنین کے سامنے لانا اور آپ ﷺ کی تشریف آوری کی برکتیں اور اپنے ساتھ رسول ﷺ کا ذکر اور ذکر بالغنا کرنا ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ کا سچا وعدہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ

وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا﴾۔ (۱)

ترجمہ: ”اور جب مومنین نے (غزوہ) احزاب میں دیکھا تو کہنے لگے یہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ سچ کر دکھایا اور اس سے ان کے ایمان و اطاعت میں اضافہ ہو گیا۔“

غزوہ احزاب سے پہلے صحابہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! فتح اور نصرت کب ہوگی تو حضور نبی اکرم ﷺ پر وحی کا نزول ہوا: ﴿إِنَّا أَنْصَرُكَ قَرِيبٌ﴾ ”اللہ کی مدد بہت قریب ہے۔“ جب صحابہ کرام نے غزوہ احزاب کے موقع پر مخالفین کی حالت دیکھی اور فتح و نصرت کا مشاہدہ کیا تو برملا کہنے لگے یہ تو اللہ اور رسول کا وعدہ تھا کہ فتح و نصرت آرہی ہے جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا اور وفا ہوا پس اس مشاہداتی عمل نے صحابہ کرام کے ایمان کو وہ پختگی عطا فرمادی کہ پھر کسی بھی چیز کی محبت انہیں خیرہ نہ کر سکی اور وہ ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے کیے گئے وعدوں کے سچا ہونے اور وفا ہونے پر پہلے سے بھی زیادہ یقین کرنے لگے۔ یہ فطری بات ہے کہ ہر انسان سننے سے زیادہ دیکھنے پر یقین رکھتا ہے اور اسلام فطرت کے عین مطابق ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کا ظہور فرماتے رہتے ہیں تاکہ

مومنین اطمینان قلبی کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہیں اور کفار و منکرین انعام و مزا سے باخبر رہیں۔

شان نزول

قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وقناة:

يضمن قوله تعالى في سورة البقرة ﴿إِمْ حَسْبُكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكَ مَسْتَهْمِ الْبِأْسَاءِ وَالضَّرَاءِ وَزَلْزَلُوا حَتَّى يَقُولَ الرُّسُولُ وَالَّذِينَ أَمْنُوا مَعَهُ مَتَى نَصَرَ اللَّهُ إِنْ أَنْ نَصَرَ اللَّهُ قَرِيبٌ﴾ اى هذا ما وعدنا الله ورسوله من الابتلاء والاختبار والامتحان الذى يعقبه النصر القريب. (۱)

ترجمہ: ”ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قنادہ کا فرمان ہے سورۃ البقرۃ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿إِمْ حَسْبُكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ إِنْ أَنْ نَصَرَ اللَّهُ قَرِيبٌ﴾ سے مراد یہ وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم سے آزمائش اور امتحان کے طور پر کیا تھا جس کے پیچھے مدد بالکل قریب تھی۔“

مقصدیت

مقصدیت یہ ہے کہ آزمائش و امتحان کے بعد کامیابی و نصرت خداوندی بہت ہی قریب ہوتی ہے لہذا کسی بھی خادم و امیر کو آزمائش و امتحان سے گھبرا کر خدمت اسلام اور خدمت خلق ترک نہیں کرنی چاہیے۔ آج کے اس دور میں لوگ علماء اسلام کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں اور یہود و نصاریٰ کی باتوں میں آکر قائدین اسلام کی توہین اور ان کے خلاف پروپیگنڈے، غیبت اور ان سے بے جا دشمنی کا بازار گرم کر رکھا ہے اور ائمہ مساجد کی مخالفت، مدارس کے منتظمین، مختلف جماعتوں کے قائدین کے خلاف من مانی باتیں کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے اور خود گھر کی چار دیواری سے نکلتا اپنے

آرام میں خلل سمجھتے ہیں اور جو بھی خدمت اسلام یا خدمت خلق کا بیڑہ اٹھاتا ہے اس کے راستے میں غیبت، الزامات کے کانٹوں کی بچھاڑ کر دی جاتی ہے لیکن خادمین و علماء کو ہرگز ہرگز دنیا داروں اور قوم کے سرداروں سے گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ یہ بھی ایک امتحان ہے۔ حضرت موسیٰ و یوسف علیہما السلام کے سامنے فرعون، امیر ایم علیہ السلام کے سامنے نمرود اور محمد عربی ﷺ کے سامنے ابو جہل سامنے ڈتے رہے مگر انبیاء علیہم السلام خدمت اسلام اور خدمت خلق کے علمبردار رہے اسی وجہ سے کامیابی و کامرانی کا سہرا انہی کے سر سجا رہا اور آج بھی روئے زمین پر تعلیمات اسلام کی ہی حکمرانی ہے اور ہر تہذیب اسلامی تہذیب کے مرہون منت ہی اپنی تابانیوں پر ہے خواہ وہ انٹر نیشنل لاء (International Law) یا پرنسپل لاء (British Law)، ٹریفک قوانین (Traffic Rules) ہوں یا عدالتی نظام (Judicial System)، انسانی اقدار (Human Values) ہوں یا حقوق نسواں (Women Rights) ہوں سارا عالم آج وگل تعلیمات اسلام کا محتاج ہے۔ کیا ہوا جو مسلمان ان تعلیمات سے دور ہوئے اور چور چور ہوئے، اپنا تشخص کھو بیٹھے، مساجد کو ویران کر دیا، قرآن مجید کو الماریوں کی زینت بنا دیا، بغض و کینہ، حسد و غیبت کو دوست بنا لیا مگر وہ کامل مومن جو آج بھی اتباع خدا اور رسول ﷺ اور اسلامی تعلیمات پر کاربند ہیں دنیا آج بھی انہیں اپنا امام سمجھتی ہے چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم پس ہر منتظم، راہنما، قائد اور استاذ کو چاہیے کہ وہ پورے اخلاص کے ساتھ محنت اور جدوجہد سے کام کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو ہر حال میں شامل رکھے اور مشکل کے بعد فتح و نصرت کی وثاق اُمید رکھے تو منزل مقصود دور نہیں، کامیابی و کامرانی بعید نہیں۔

عزت اللہ و رسول ﷺ اور مومنین کے لیے ہے

عزت کا معنی غلبہ، قوت اور حکومت وغیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی عزت کو اپنی عزت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿يَقُولُونَ لَنْ رَجِعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لِيُخْرِجَنَا الْأَعْرَابُ مِنْهَا الْأَذِلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (۱)

ترجمہ: ”وہ کہتے ہیں اگر ہم مدینہ کی طرف پلٹے تو وہ جو زیادہ عزت والا ہے اس میں سے زیادہ ذلت والے کو نکال دے گا اور عزت تو اللہ، اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے لیکن منافقین کو علم نہیں۔“

خود معزز بن جانے سے کوئی معزز نہیں ہوتا عزتیں تو اس ذات کے ہاتھ میں ہیں جو نہ صرف انسانیت کا خالق ہے بلکہ عزتوں کا بھی خالق ہے اس ذات نے عزت کا معیار تقویٰ رکھا ہے نہ کہ خواہشات کی آوارگی اور اگر کوئی بارگاہ خداوندی سے آوارہ بھی ہو اور سب سے زیادہ معزز ہونے کا دعوے دار بھی ہو تو یہ دعویٰ مستحکم خیر ہے لہذا اللہ تعالیٰ ہی خالق و مالک ارض و سماء ہے اور وہی ﴿وَتَعَزَّزُ مِنْ تَشَاءٍ وَتَضَلُّ مِنْ تَشَاءٍ﴾ کی صفت سے متصف ہے جسے وہ عزت دے اسے کوئی ذلت نہیں دے سکتا اور جسے وہ ذلت دے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ عزتیں دینے کا مالک بھی وہی ہے اور وہ ہی ذلتیں دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بذات خود منافقین کو ذلت والا قرار دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ اگر کوئی عزت والا ہے تو وہ خدا، اس کا رسول اور مومنین ہیں اور منافقین اس راز سے بے خبر ہیں۔

شان نزول و مقصدیت

عبداللہ بن ابی منافق نے کہا:

﴿لَنْ رَجِعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لِيُخْرِجَنَا الْأَعْرَابُ مِنْهَا الْأَذِلَّ﴾

”اگر ہم مدینہ کی طرف پلٹے تو وہ جو زیادہ عزت والا ہے اس میں سے زیادہ ذلت والے کو نکال دے گا۔“

جب عبداللہ بن ابی منافق واپس آ رہا تھا تو جناب حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی جو کہ مسلمان تھے۔

وقف علی باب المدينة واستل سيفه فجعل الناس يمرون عليه، فلما جاء ابوه عبداللہ بن ابی قال له ابنه: ورائك فقال: مالك ويدك؟ فقال: واللہ لا تجوز من ههنا حتى ياذن لك رسول اللہ ﷺ و كان انما يسير مسافة فشكا اليه عبداللہ بن ابی ابنه فقال ابنه عبداللہ: واللہ يا رسول اللہ لا يدخلها حتى تاذن له فاذن له رسول اللہ فقال: اما اذا اذن لك رسول اللہ (۱)

ترجمہ: ”درمدینہ پر رے کے اور تلواریں لی پس لوگ اس دروازہ سے گزر رہے تھے تو ان کا والد عبداللہ بن ابی آیا تو اس کے بیٹے نے اس کو کہا پیچھے چلو تو اس کے باپ نے کہا ارے تیری ہلاکت ہو، کیا ہو گیا ہے تجھے؟ تو بیٹے نے کہا اللہ کی قسم! تو یہاں سے اس وقت تک نہیں گزر سکتا جب تک رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہ لے پھر باپ تھوڑا چلا اور رسول اللہ ﷺ سے بیٹے کی شکایت کی تو بیٹے حضرت عبداللہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم جب تک آپ اسے اجازت نہیں دیں گے، یہ مدینہ میں نہیں آ سکے گا پس آپ ﷺ نے اجازت دی تو بیٹے نے کہا یہ اس لیے ہے کہ تجھے رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی ہے۔“

یہ بھی روایت کیا گیا ہے:

قال عبد الله بن عبد الله بن أبي بن سلول لابيہ: واللہ لا تدخل
المدينة ابدا حتى تقول: رسول اللہ ﷺ الاعز وانا الاذل قال وجاء
الى النبی ﷺ فقال يا رسول اللہ انه بلغني انک تريد ان تقتل ابي
فوالذي بعثک بالحق ما تأملت وجهه قط هيبة له ولئن شئت ان
اتيک براسه لاتيک فاني اکره ان اری قاتل ابي. (۱)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ نے اپنے باپ عبداللہ بن ابی بن سلول سے کہا اللہ کی قسم! تو مدینہ میں کبھی نہیں آ سکتا جب تک یہ نہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ معزز اور میں ذلیل ہوں پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مجھے پتہ چلا ہے کہ میرے والد کو آپ قتل کرنا چاہتے ہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں کبھی بھی اس کی ہمت کے لیے اس کی رضا نہیں چاہوں گا اور اگر آپ چاہیں تو میں اس کا سر قلم کر کے آپ کی بارگاہ میں پیش کر دوں پس میں اپنے باپ کے کسی اور قاتل کو برداشت نہ کر پاؤں گا۔“ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کبھی بھی کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دی کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں کوئی بھی ایسا لفظ بولے کہ جس سے گستاخی کا شائبہ ہو اور رہی عبداللہ بن ابی منافق کی بات تو اس نے جب جسارت کی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی زبان وہیں بند کر دی۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ، عبداللہ بن ابی منافق کے بیٹے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے اپنی جان بھی نثار کر دینے کی خواہش کی اور نہ صرف اپنے باپ کی محبت کو پس پشت ڈالا بلکہ نبی کریم ﷺ کی محبت میں اُسے قتل کرنے پر بھی تیار ہو گئے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ تقاضائے محبت یہ ہے کہ اپنے ماں باپ، اہل و عیال بلکہ

پوری دنیا سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ سے محبت کی جائے کیونکہ یہ ایمان کامل کی علامت ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

”میرا کیا منہ جو ان کی عزت کا کروڑواں حصہ بھی بیان کروں بس ان کو وہ عزت ملی جو ان کو دینے والا رب جانے یا لینے والے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہم تو صرف اتنا

کہہ کر خاموش ہو جائیں کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“۔ (۱)

باب دوم: اللہ اور رسول ﷺ سے اعراض اور حکم سزا اللہ اور رسول ﷺ کا انکار

پہلی آیت

اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم ذلك بانهم كفروا بالله ورسوله والله لا يهدي القوم الفاسقين﴾ (۱)۔

ترجمہ: ”آپ ان کے لیے بخشش مانگیں یا نہ اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش مانگیں تو اللہ تعالیٰ ان کی بخشش نہیں کرے گا کیونکہ انہوں نے اللہ اور رسول کا انکار کیا ہے اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ منکر رسول ﷺ کی بخشش اللہ تعالیٰ ہرگز، ہرگز نہیں چاہتا۔ اس لیے اپنے محبوب ﷺ کو گستاخ و منکر کی بخشش طلب کرنے سے منع فرمایا کہ قیامت تک کسی منافق و گستاخ کو جرأت نہ ہو کہ وہ شان رسالت کا انکار یا گستاخی کر سکے جو لوگ نبی اکرم ﷺ کے استغفار و شفاعت کے قائل نہیں۔ اس آیت ﴿ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول.....﴾ (النساء: ۶۴) کی تفسیر کا مطالعہ فرمائیں۔

شان نزول و مقصدیت

عبداللہ بن ابی ریحس المناقین کا یہ طریقہ تھا کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تو وہ کھڑا ہو جاتا اور خوشامد کرتے ہوئے کہتا: ہذا رسول اللہ اکرمہ اللہ واعزہ ونصرہ۔ یہ اللہ کے سچے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت و نصرت عطا کی۔

جب غزوہ اُحد کے بعد اس کا نفاق واضح ہو گیا تو پھر اس نے کسی موقع پر کھڑے ہو کر یہی الفاظ دہرائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رہا نہ گیا۔ آپ نے فرمایا: ”بیٹھ جاؤ اللہ کے دشمن! تیرا کفر اب چھپائے نہیں چھپ سکتا۔“ دوسرے حاضرین نے بھی اسے ملامت کی۔ چنانچہ نماز پڑھے بغیر غصہ سے بل کھاتا ہوا وہ مسجد سے چلا گیا۔ راستے میں کسی نے اس سے پوچھا کہ ہر بھاگے جا رہے ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور ان کا دامن کرم پکڑ لو اور اپنی بخشش و مغفرت کے لیے عرض کرو۔

اس بد بخت نے کہا: ما ابا لی استغفر لی او لم يستغفر۔

”وہ میرے لیے بخشش کی دعا مانگیں یا نہ مانگیں مجھے ذرا پرواہ نہیں۔“

اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (۱)

اس آیت کے نزول کا مقصد منکر بن اسلام اور منکر بن رسالت کے منہ پر قفل مقوی لگانا ہے اور وہ لوگ جو اپنی بخشش پر اتنا گھمنڈ کرتے ہیں اور واسطہ رسالت کو چھوڑ کر ڈائریکٹ تو حیدی بننے کی کوشش میں مصروف و مشغول اور قرآن و احادیث سے نبی محترم ﷺ کے عیوب و نقائص کو تلاش کرنے میں دن رات کوشاں ہیں۔ وہ اپنے انجام کی فکر کریں اس سے پہلے کہ توبہ کے تمام دروازے بند ہو جائیں اور پھر صرف درجہ جہنم ہی کھلا رہ جائے۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ کا انکار کرنے والوں

کے لیے رحمت خداوندی کے جملہ ابواب بند ہیں کیونکہ نبی محترم ﷺ کا انکار دراصل اللہ تعالیٰ کا انکار ہے۔

دوسری آیت

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ ۝﴾ (۱)

ترجمہ: ”اور آپ ان (منافقین) میں سے جو مر جائے کبھی بھی نماز (جنازہ) نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی کھڑے نہ ہوں کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور فاسق مرے۔“

اس میں منافقین کی نماز جنازہ اور ان کی قبور پر قیام سے منع فرمایا گیا ہے کیونکہ وہ منکرین خدا اور رسول ہیں اور حالت کفر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے لہذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو ان کی قبروں پر جانے اور ان پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمادیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آقا علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنْ صَلَوَتُكَ سَكَنَ لَهُمْ ۝﴾ (۲)

ترجمہ: ”بے شک آپ کی دعا ان کے لیے سکون ہے۔“

لہذا اللہ تعالیٰ ہرگز منافقین اور کفار کی بخشش و سکون نہیں چاہتا کیونکہ وہ منکر رسالت اور گستاخ رسول تھے تو محبت کا محبوب سے محبت کا تقاضا ہے کہ وہ محبوب کے دشمنوں کو ہمیشہ دشمن ہی گردانتا ہے اور اس کے گستاخوں سے قطع تعلقی کر کے انہیں سزا کا مرتکب ٹھہراتا ہے۔

(۱) - التوبة: ۸۴

(۲) - التوبة: ۱۰۳

شان نزول و مقصدیت

عن ابن عباس قال: سمعت عمر بن الخطاب رضي الله عنه يقول، لما توفي عبد الله بن أبي، دعى رسول الله ﷺ فقام اليه فلما وقف عليه يريد الصلوة تحولت حتى قمت في صدره فقلت يا رسول الله أعلیٰ عبدو الله عبد الله بن أبي القائل يوم كذا وكذا بعدد أيامه قال ورسول الله ﷺ يتبسم، حتى اذا كثرت عليه قال: ”آخر عني يا عمر“ انی خیرت فاخترت قد قبل لی (استغفر لهم) الآية، لو أعلم انی لو زدت علی السبعین غفر له لزدت قال ثم صلی علیہ ومشی معه وقال علی قبره حتى فرغ منه قال فعجبت من جرأتی علی رسول الله ﷺ واللہ ورسوله أعلم قال فواللہ ما کان الا یسیرا حتی نزلت هاتان الایتان ﴿وَلَا تَصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾ الآية. فما صلی رسول الله ﷺ بعده علی منافق ولا قام علی قبره حتی قبضه اللہ عز وجل. (۱)

ترجمہ: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا کہ جب عبد اللہ بن ابی فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو بلایا گیا۔ پس آپ تشریف لائے اور نماز کا ارادہ فرمانے لگے تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ اللہ کے دشمن عبد اللہ بن ابی جو اس دن یہ یہ کہتا رہا اور آپ نے دن بھی گنوائے تو رسول اللہ ﷺ مسکرا کر انے لگے پھر فرمایا: عمر پیچھے ہٹ، مجھے ٹھیک لگا تو کیا مجھے اس کے استغفار کے لیے کہا گیا ہے کہ ستر مرتبہ بھی کریں تو بخشش نہیں ہوگی اگر مجھے پتہ ہوتا کہ ستر سے زیادہ بخشش چاہنے سے معافی مل جائے گی تو میں اور زیادہ کرتا پھر آپ نے اس پر نماز

(۱) - تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۲/۴۹۶-۴۹۷

(جنازہ) پڑھی اس کے ساتھ چلے، اس کی قبر پر قیام فرمایا حتیٰ کہ فارغ ہو گئے۔ کہتے ہیں (عمر فاروق) پس مجھے رسول اللہ ﷺ پر اپنی جرأت کا تعجب ہوا اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ پس اللہ کی قسم! زیادہ دیر نہ گزری کہ دو آیات نازل ہو گئیں ﴿ولا تصل علی احد منھم مات ابدالاً..... الایۃ﴾ پس اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی کسی منافق پر نماز پڑھی، نہ اس کی قبر پر قیام فرمایا یہاں تک کہ آپ پر وہ فرما گئے۔“

مقصود نزل یہ تھا کہ منافقین کو کسی طرح بھی رعایت نہ دی جائے۔ نہ وہ اس دنیا میں سکون سے رہیں نہ حیات برزخی میں اور نہ ہی میدانِ حشر میں۔ وہ جہاں بھی رہیں نبی کریم ﷺ سے بغض و دشمنی کی سزا ان کو ملتی رہے تا کہ بعد میں آنے والے منافقین درسِ عبرت حاصل کر سکیں۔

عبداللہ بن ابی کی منافقت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس نے اپنے آپ کو بظاہر مسلمانوں کی صف میں داخل کر لیا تھا لیکن اس کا دل عشقِ مصطفیٰ کریم ﷺ سے بیگانہ تھا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ صدقِ دل سے حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کرتے تھے اور کئی بار اپنے والد کے سامنے سینتان کر کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ اسے یہاں تک کہہ دیا کہ تو ذلیل ہے اور میرے آقا ﷺ معزز ہیں اور پھر خود اس منافق کی زبان سے بھی کہلوا یا کہ تو خود بول کر کہہ کہ میں ذلیل ہوں اور نبی محتشم ﷺ معزز ہیں۔

حضرت عبداللہ نے نبی کریم ﷺ سے ایک بار یہ بھی کہا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ حکم فرمائیں تو میں اپنے والد کا سر قلم کر کے آپ کی بارگاہِ عالیہ میں پیش کر دوں۔

معلوم ہوا کہ منافق اور گستاخ رسول ﷺ کے لیے اس کے اپنے گھر میں بھی جگہ کی گنجائش نہیں ہوتی وہ اپنی اولاد کے سامنے بھی ذلیل و رسوا ہے۔

عجب بات یہ ہے کہ بیٹا محبت رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ مسرور

رہے گا اور ابن ابی دشمن رسول اللہ ﷺ ہونے کی وجہ سے غمگین و پریشان رہے گا۔

اس لیے ہر بیٹے کو چاہیے کہ سنت عبداللہ بن ابی پر عمل کرے اور ہر گستاخ رسول باپ کو ذلیل و رسوا کرے اور ہر محبتِ مصطفیٰ ﷺ کو چاہیے کہ سنت صدیقی پر عمل کر کے اپنے بیٹوں کے سر پر لگاتی ہوئی تلوار چھوڑ جائے تا کہ کوئی بھی بیٹا گستاخی رسول ﷺ کا تصور بھی نہ کر سکے اور یہود و نصاریٰ اور تمام منکرین رسالت کی ہر سازش ناکام ہو جائے۔

اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی

معصیت کا معنی و مفہوم

ماہ ”ع، ص، ی“ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے نافرمانی یا فرامین داری سے رُک جانا۔

تعلیمات خدا و رسول ﷺ سے اجتناب کر کے راہ فرار اختیار کرنا۔ ایذا، قتال، مشاققہ، محاربتہ، خیانت۔ یہ تمام الفاظ معصیت کے مفہوم کو بیان کرنے کے لیے قرآن کریم میں استعمال کیے گئے ہیں۔

ان کا ذکر ہم علیحدہ علیحدہ اپنے مقام پر کریں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

معصیت خدا و رسول ﷺ اور عذاب جہنم

جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کی اطاعت جنت اور رضائے خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے اور ہر انسان پر لازم ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کی معصیت و نافرمانی جہنم اور غضب باری تعالیٰ کا سبب ہے۔ لہذا ہر انسان پر واجب ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی سے بچے اور ایسا کوئی کام نہ کرے جس میں نافرمانی اور معصیت کا شائبہ بھی ہو، ورنہ عذاب الہی کا منتظر رہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نافرمان کو عذاب مہین کی وعید سنائی ہے:

﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يَدْخُلْهُ نَارًا خَالِدًا

فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿۱﴾

ترجمہ: ”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخل کر دے گا اور اس کے لیے رسوائی والا عذاب ہوگا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے نافرمان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا ﴿۱﴾﴾

ترجمہ: ”اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔“

اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کھلی گمراہی ہے

کہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے نافرمان کو عذاب جہنم کی وعید سنائی اور کبھی معصیت خدا و رسول ﷺ کو کھلی گمراہی قرار دیا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ﴿۲﴾﴾

ترجمہ: ”اور کسی مومن یا مومنہ کے لیے کوئی اختیار نہیں اُس میں جس میں اللہ اور اس کے رسول فیصلہ فرمادیں اور جس نے نافرمانی کی تو وہ کھلی گمراہی کا مرتکب ہوا۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی و معصیت کو کھلی گمراہی قرار دیا گیا ہے۔

شان نزول و مقصدیت

امام آلوسی فرماتے ہیں:

نزلت فی زینب بنت الجحش..... واخيها عبد الله خطبها رسول الله لمولاه زيد بن حارثة وقال: اني اريد ازوجك زيد بن حارثة فاني قد رضيتك لك فابت وقالت: يا رسول الله! لكني ارضاع لنفسی وانا ايم قومی وبت عمتك فلم اكن لا فعل.

وفی رواية انها قالت: انا خير منه حسبا ووافقها اخوها عبد الله على ذلك فلما نزلت الآية رضا وسلمما فانكحها رسول الله ﷺ زيدا. بعد ان جعلت امرها بيده وساق اليها عشرة دنائير وستين درهما مهرا وخمارا وملحفه ودرعا وازارا وخمسين مدأ من طعام وثلاثين صاعاً من تمر. (۱)

ترجمہ: ”یہ آیت کریمہ زینب بنت جحش اور ان کے بھائی عبد اللہ کے بارے میں نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلام زید بن حارثہ کے لیے حضرت زینب کو پیغام نکاح بھیجا اور فرمایا میں چاہتا ہوں کہ زید بن حارثہ سے تمہاری شادی کروں اور میں اس سے تیرے لیے راضی ہوں پس زینب نے انکار کر دیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں جو ان ہوں اور اپنی قوم میں کنواری ہوں اور آپ کی پھوپھی کی بیٹی ہوں میں ایسا نہیں کر سکتی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ میں اس سے خاندانی شرافت کے اعتبار سے بہتر ہوں اور حضرت زینب کے ساتھ ان کے بھائی

عبداللہ نے بھی اتفاق کیا پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو دونوں راضی ہو گئے اور سر تسلیم خم کر لیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کا نکاح جناب زید سے کر دیا جب یہ معاملہ طے پا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو دس دینار اور ساٹھ درہم حق مہر اور چادر، درع، تہبند اور پچیس مد اناج اور تیس صاع کھجور عطا فرمائے۔“

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کسی مومن کو بھی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور آپ ﷺ کے حکم سے انکار کی اجازت نہیں۔ جس کام کا رسول خدا حکم دیں وہ بجالائیں اور جس کام سے آپ منع فرمائیں اس سے رک جانا چاہیے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿وما اتکم الرسول فخذوه وما نہاکم عنہ فانتہوا﴾۔ (۱)

ترجمہ: ”جس کام کو رسول حکم دیں وہ کرو اور جس سے منع کریں رک جاؤ۔“ خیال رہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس عمل کو ضرر اور تکلیف پر محمول کرنا درست نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ہر قول و فعل وحی الہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وما ینطق عن الہوی ان هو الا وحی یوحی﴾۔ (۲)

ترجمہ: ”وہ وحی الہی کے سوا اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے۔“ حضرت زینب بنت جحش نے وہ کہا جو ان کے گمان میں تھا لیکن جب انہوں نے حکم خداوندی سنا تو سر تسلیم خم کر لیا اور معصیت خدا و مصطفیٰ ﷺ سے نکل کر اطاعت کو اپنالیا اور پھر اس اطاعت کا بدلہ انہیں اس دنیا میں یوں ملا کہ قیامت تک ان کا ذکر قرآن کی تفسیر میں ہوتا رہے گا اور دوسرا عزا زیہ ملا کہ تاجدار کائنات حضرت محمد ﷺ سے حضرت زید سے نکاح کے بعد ان کا نکاح ہوا اور اُم المؤمنین کے لقب سے ملقب

ہوئیں اور پوری امت کی ماں کہلائیں۔

آخری فائدہ یہ ہوا کہ اطاعت خدا و رسول ﷺ کی وجہ سے جنت کی حقدار ٹھہریں اور زوجہ مصطفیٰ ﷺ ہونے کی وجہ سے جنت کی وارث ٹھہریں۔

خلاصہ کلام

ان آیات بینات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی معصیت کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ میرے محبوب ﷺ کی نافرمانی کی گئی تو میری ہی نافرمانی کی گئی کیونکہ جب رسول خدا ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش سے زید کے نکاح کا کہا تو اُن کے انکار پر اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کے ذکر کے ساتھ اپنا بھی ذکر کرتے ہوئے فرمایا: کہ جس نے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی (یعنی محبوب ﷺ کی معصیت کو اپنی معصیت قرار دیا۔)

ایک اعتراض اور اس کا جواب

چونکہ معصیت خدا اور رسول ﷺ کے متعلق بحث کی جارہی ہے اس لیے یہاں ضروری ہے کہ ایک اعتراض کا ازالہ کر دیا جائے۔
امام مسلم نے روایت کیا ہے:

عن عدی بن حاتم ان رجلا خطب عند النبی ﷺ فقال: من يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما فقد غوى. فقال رسول الله "بئس الخطيب انت قل ومن يعص الله ورسوله. (۱)
ترجمہ: "عدی بن حاتم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے پاس خطبہ دیا تو کہا: جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا

(۱) - الصحيح المسلم ۱۲/۳۰، السنن الكبرى للبيهقي ۲۱۶/۳۰۔

السنن للنسائي ۹۰/۶۰، مشكل الآثار للطحاوي ۳۳۷/۷۰۔

الصحيح لابن حبان ۳۷/۷۰، المصنف لابن أبي شيبة ۷۴/۶۰۔

اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی تو وہ سرکش ہو گیا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو کتنا ہی برا خطیب ہے تو یہ کہہ کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ (یعنی ہما ضمیر رسول اللہ ورسولہ نام لے کر بول)

ایک اشکال

اس حدیث مبارک میں لفظ يعصهما پر ایک اعتراض اٹھایا جاسکتا ہے کہ اگر اللہ و رسول کا اکٹھا ذکر ہوتا اور اتنی قربت ہوتی تو نبی کریم ﷺ نے ہما ضمیر سے منع کیوں فرمایا یعنی ایک ہی ضمیر میں اللہ و رسول کو جمع کرنے سے منع فرما دیا۔

جواب

ہم یہاں امام جلال الدین سیوطی کے جواب پر ہی اکتفا کریں گے۔
امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

والصواب ان سبب النهي ان الخطيب شانهما البسط والايضاح واجتناب الاشارات والرموز فلهذا ثبت في الصحيح ان رسول الله كان اذا تكلم بكلمة اعادها ثلاثا لفهيم واما قول الاولين فيضعف باشيء منها: ان مثل هذا الضمير قد تكرر في الاحاديث الصحيحة من كلام رسول الله كقوله ان يكون الله ورسوله احب اليه مما سواهما وغيره من الاحاديث وانما ثنى الضمير هذا لانه ليس خطبة وعظ وانما هو تعليم حكم فكل ما قل لفظه كان اقرب الى حفظه بخلاف خطبة الوعظ فانه ليس المراد حفظهما انما يراد الاتعاظ بهما ومما يؤيد هذا ما ثبت في سنن ابی داؤد باسناد صحيح عن ابن مسعود قال: علمنا رسول الله خطبة الحاجة الحمد لله نستعينه الي ان قال من يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما

وقال شيخ عز الدين من خصاله رحمہ اللہ انه كان يجوز له الجمع في الضمير بينه وبين ربه تعالى وذلك ممتنع على غيره قال وانما يمتنع ومن غير دونه لان غيره اذا جمع اوهم اطلاقه التسوية بخلافه هو فان منصبه لا يتطرق اليه ايها ذلك (۱)

ترجمہ: ”اور درست بات یہ ہے کہ منع کرنے کا سبب اور وجہ یہ تھی کہ خطیب کو شرح ووسط سے کام لینا چاہیے اور اشارات و رموز سے اجتناب کرنا چاہیے پس یہی وجہ ہے کہ صحیح بخاری میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کلام فرماتے تو کلمات کو تین بار دہراتے تاکہ کلام سمجھ آجائے لیکن پہلوں کا قول چند وجوہ کی بنا پر ضعیف ہے۔ اس طرح کی ضمیر احادیث صحیحہ میں کئی بار آئی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے فرامین ہیں۔ ان یكون الله ورسول احب اليه مما سواهما اور اس کے علاوہ بھی ضمیر کو تثنیہ لایا گیا ہے کیونکہ یہ خطبہ اور وعظ نہیں یہ ایک حاکم کی تعلیم ہے اور جتنے کم الفاظ ہوں گے اتنا جلدی یاد ہو جائیں گے بخلاف وعظ کے، اس کو یاد کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ نصیحت پکڑنا مقصود ہوتا ہے جس کی تائید سنن ابی داؤد کی صحیح سند سے ثابت روایت کر رہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا ہم رسول اللہ ﷺ کے اس خطبہ کو جانتے ہیں الحمد لله نستعينه سے من يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما تنك۔“

اور شیخ عز الدین آپ ﷺ کے خصائل کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کہ آپ ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ضمیروں کو جمع کرنا جائز ہے اور یہ کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے کیونکہ وہاں برابری کا وہم پایا جاتا ہے اور اللہ اور رسول ﷺ کے درمیان کوئی وہم نہیں پایا جاتا۔

اللہ ورسول ﷺ سے عہد شکنی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يَحِبُّ الْمُتَّقِينَ﴾ (۱)

ترجمہ: ”مشرکین سے آپ کا کوئی معاہدہ نہیں ہوگا ماسوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا تھا پس وہ تمہارے لئے ڈٹے رہیں اور تم ان کے لئے بے شک اللہ تعالیٰ صاحبانِ تقویٰ سے محبت فرماتا ہے۔“

مشرکین نے جب عہد توڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عدم استقامت پر آیت کریمہ کا نزول فرما کر آقائے کونین ﷺ کو حقیقت حال پر متنبہ فرمایا اور جنہوں نے عہد کی پاسداری کی ان کو نویدِ تقویٰ اور محبتِ خداوندی کا مژدہ جانفزا سنایا۔

شان نزول اور مقصدیت

قال السدی والکلبی وابن اسحاق:

هم قبائل من بكر بنو خزيمه وبنو مدلج وبنو ضمرة وبنو الديل وهم الذين كانوا قد دخلوا في عهد قريب يوم الحديبية فلم يكن نقص العهد الا قريش وبنو الديل من بني بكر فامر باتمام العهد لمن لم ينقص وهم بنو ضمرة وهذا القول اقرب الى

الصواب.... الخ. (۲)

ترجمہ: ”سیدی، کلبی اور ابن اسحاق نے کہا کہ: بنو بکر قبیلہ میں سے بنو خزیمہ، بنو مدلج، بنو ضمہ اور بنو الدیل اور وہ لوگ جو حدیبیہ کے قریب قریب کے زمانہ تھے ان میں سے بنو دیل اور قریش نے عہد توڑا اور بنو ضمہ نے عہد نہیں توڑا سو ان کو عہد پورا کرنے کا حکم دیا گیا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول ﷺ سے کیے گئے عہد و پیمان کی پاسداری سے ہی باطن کی صفائی ممکن ہے اور عہد و پیمان کو توڑنے والے نیکو تقویٰ کے لائق و قابل ہیں اور نہ ہی اسلام سے کوئی تعلق وابستگی ہے سو اللہ و رسول ﷺ سے کیے گئے وعدہ کی وفا ہر حال میں لازم و ضروری ہے ایک ایسا عہد و میثاق بھی ہے جب خالق کائنات نے عالم ارواح میں ہر روح سے استفسار فرمایا:

﴿الست بربکم﴾ تو وعدہ کرنے والوں نے بلسی کہہ کر پاسداری کا یقین دلایا مگر آج کیا ہو گیا انھی مشرکین کی ارواح بھی اور مومنین کی ارواح بھی وہاں موجود تھیں مگر افسوس کہ آج مشرکین و منکرین مکر گئے اور اپنے وعدے کو بھول گئے اور پھر کچھ لوگ مکرے تو نہیں مگر حالات ایسے پیدا کیے کہ غلامانِ مصطفیٰ کریم ﷺ پر کفر و شرک کے فتوؤں کی برسات کرنے لگے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت کے گیت اور ترانے گانے والوں کی راہ میں کانٹے بچھانے شروع کر دیے اور غلو، غلو کی صدا بلند کر کے کئی لوگوں کی روح ایمان کو بیگانہ کر دیا اور حضور نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر کو ممنوع و حرام اور کفر و شرک قرار دینے لگے اور خود کو تو حید کی ثابت کر کے محمدیوں کو دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کی کوششوں میں مصروف رہنے لگے حالانکہ صرف توحید ہی ایمان ہوتا تو یہودی اور عیسائی سب سے بڑے مومن ہوتے لیکن ربط رسالت اور رشتہ رسالت سے ترک تعلق کر کے کوئی بھی اپنے ایمان کو زندگی و فرحت نہیں بخش سکتا۔ خدا سے خالص تعلق کے لیے ربط رسالت ضروری ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ سے جھوٹ بولنا

اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ سے جھوٹ بولنے کو اپنے ساتھ جھوٹ بولنا قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وجاء المعذرون من الاعراب لیؤذن لهم وقعد الذین کذبوا اللہ ورسولہ سیصیب الذین کفروا منهم عذاب الیم﴾ (۱)
ترجمہ: ”اور عند ربّیش کرنے والے دیہاتی آئے کہ ان کو اجازت دی جائے اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا وہ بیٹھے رہیں۔ عنقریب ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب ملے گا۔“

کچھ لوگوں نے جہاد کے لیے غزوہ تبوک سے معذرت کی اور عند ربّیش کیا حالانکہ وہ جھوٹ بول رہے تھے تو علیم بذات الصدور نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو ان کے جھوٹ سے متنبہ و آگاہ فرما دیا تا کہ ان کے جھوٹے اخلاص کی حقیقت منصف شہود پر جلوہ گر ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کے جھوٹ کا پول کھولا بلکہ نبی کریم ﷺ کے سامنے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کو داستان کفر اور عذاب الیم سنا دی تا کہ ہر منافق جب بھی حضور نبی اکرم ﷺ سے بات کرے تو عقل و خرد اور ہوش و حواس سے بات کرے کیونکہ کچھ بھی اللہ کے رسول ﷺ کی نگاہ سے پنہاں نہیں رہتا ان کا خدا ان کو سب کچھ بتلا اور دکھا دیتا ہے۔

شان نزول و مقصدیت

(۱) - التوبہ: ۹۰

(۲) - الکشاف: ۲۸۶/۲۰

رہط عامر بن طفیل قالوا: ان غزونا معک أغارت اعراب طی علی اہالینا ومواشینا فقال ﷺ ﴿سینعی اللہ عنکم﴾ (۲) ترجمہ: ”عامر بن طفیل کے گروہ نے کہا: اگر ہم آپ کے ساتھ جہاد کے لیے گئے تو بنو طی قبیلہ کے لوگ ہمارے گھروں اور مویشیوں کو لوٹ لیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ عنقریب تم سے بے نیاز کر دے گا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ بولا ان کے بارے میں فرمایا کہ تم نے صرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی نہیں بلکہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی جھوٹ بولا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ جھوٹ بولنے کو اپنے ساتھ جھوٹ بولنا قرار دیا ہے اور ہر جھوٹ بولنے والے کو خیردار کیا ہے کہ میرا پیغمبر ﷺ تمہارے طور و طریقوں، عادوں اور سینوں کی باتوں سے بے خبر نہیں ہے اور ظاہر ہے جو لوگ حضور ﷺ کو اپنی بے خبری کی وجہ سے بے خبر سمجھتے ہیں وہ کیونکر اسلام مخالف حرکات سے باز آئیں گے۔

اللہ اور رسول ﷺ کو اذیت دینا

ایذاء

ایذاء، ذی سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے تکلیف دینا۔ کسی بھی ایسے کام کا سرزد ہو جانا جو شریعت مطہرہ کے اصول و قوانین کے خلاف ہو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے باعث تکلیف ہوتا ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ امت کے حاکم بھی ہیں اور خیر خواہ بھی اس لئے کسی بھی انسان کا راہ ضلالت اختیار کرنا منشاء و رضائے الہی کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذاء دینے کے متعلق چند دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

اللہ کو اذیت دینے سے مراد:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اليهود والنصارى والمشركون فاما اليهود فقالوا عزيز ابن الله ويد الله مغلوله وقالوا ان الله فقير واما النصارى فقالوا: المسيح ابن الله وثالث ثلاثة واما المشركون فقالوا: الملائكة بنات الله والاصنام شركاءه (۱)

(۱) - معالم التنزيل للبغوي، ۶/ ۳۷۶، تفسیر ابی مسعود، ۷/ ۱۱۴، لباب التاویل، ۵/ ۲۱۰، الکشاف للزمخشري، ۵/ ۳۴۹، روح المعانی، ۱۶/ ۲۲۱۔

ترجمہ: ”یہود و نصاریٰ اور مشرکین مراد ہیں (یہ لوگ اللہ اور رسول ﷺ کو ایذا دیتے تھے) بس یہود حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے اور کہتے اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور نصاریٰ کہتے تھے کہ عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے اور تیسرا خدا ہے اور مشرکین کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں اور بت اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔“

پس یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتا ہے اور ایسے عقائد رکھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں لعنت اور عذاب مہین کی سزا رکھی ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا یا اولاد منسوب کرنا بھی ایذا میں شامل ہے۔

رسول اکرم ﷺ کو ایذا:

نبی کریم ﷺ کو ایذا دینے سے مراد ہے آپ کو شاعر، ساحر، کاہن، مجنوں وغیرہ کہنا، شانِ اقدس میں کمی کا تصور کرنا، نقوص و عیوب نکالنے کی کوشش کرنا اور دین کے معاملات میں کوئی کمی کو ٹھہرا کرنا، مومنین کو تکلیف دینا وغیرہ۔

امام آلوسی فرماتے ہیں:

واما ایذاءہ علیہ الصلوٰۃ والسلام خاصۃ بطریق الحقیقۃ و ذکر اللہ عزوجل لتعظیمہ ﷺ بیان قرینہ و کونہ حبیبہ المختص بہ حتی کان ما یؤذیہ سبحانه کما ان من یطیعہ یطیع اللہ (۱)

ترجمہ: ”اور حقیقتاً آپ ﷺ کی ایذا کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم و قربت کو بیان کرنے اور آپ ﷺ کے حبیب خاص ہونے کی وجہ سے کیا یہاں تک کہ جو حضور ﷺ کو تکلیف دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو تکلیف دیتا ہے۔ جس طرح حضور ﷺ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔“

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا یہ ہے کہ اس کی ایسی صفات بیان کرے جس سے وہ

منزہ ہے یا اس کے محبوب بندوں کو ستائے۔ حضور ﷺ کو ایذا دینا یہ ہے کہ حضور ﷺ کے کسی فعل شریف کو ہلکی نگاہ سے دیکھے یا کسی قسم کا طعن کرے یا آپ ﷺ کے ذکر خیر کو روکے، آپ کو عیب لگائے۔ اس قسم کے لوگ دنیا و آخرت میں لعنت کے مستحق ہیں۔“ (۱)

کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ گاہے بگاہے آقا علیہ السلام کو ایذا و تکلیف دیتے رہتے، کبھی آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے اور کبھی پتھروں کی برسات، کبھی قتل کی دھمکیاں اور کبھی راستوں میں رکاوٹیں ڈالنا، کبھی بحالت نماز آپ ﷺ پر اوجھڑی پھینک کر استہزاء و مذاق اور کبھی شعب ابی طالب میں قید و بند کی صعوبتیں، کبھی ہجرت کے وقت آپ ﷺ کا پیچھا کرنا اور کبھی مدینہ طیبہ میں لڑائی کے لیے آنا۔

یعنی ہر قسم کی ایذا دینے میں کفار و مشرکین اور منافقین کسی نہ کسی طرح اس فعل بد اور عادت شنیعہ و فبیحہ میں مصروف و مشغول رہتے تھے۔ ظاہر ہے حضور سراج منیر ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لیے بھیجا۔ اگر کوئی ان کو ایذا دے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کو ایذا ہوگی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول ﷺ کو ایذا دینے والے پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اسے عذاب جہنم کی وعید سناتا ہے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاخرة واعد لهم عذابا مهينا﴾ (۲)

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت

میں ان پر لعنت کی اور ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

شان نزول مقصدیت

یہ آیت مبارکہ ان یہود و نصاریٰ اور کفار و شرکین کے بارے میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا کر یا اس کے بندوں کو تکلیف دے کر ایذا دیتے تھے اور ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو نبی کریم ﷺ کو ساحر، مجنوں، شاعر کہہ کر پکارتے تھے۔

اس آیت کریمہ کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جن کی زبانیں بڑی دراز ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں ایسے نازیبا الفاظ بول جاتے ہیں جو ان کے شایان شان نہیں۔

آج کے یہود و نصاریٰ ہوں یا کفار و شرکین یا وہ لوگ جو لبادہ اسلام اوڑھ کر بانی اسلام کی مخالفت میں دن رات کوشاں ہیں ان کا سد باب کیا جائے اور ان کے کرو توں کے سبب ایسی سزا مقرر کی جائے جس کا اثر رہتی دنیا تک رہے تاکہ ایسی بغاوت کبھی نہ ہو کئی ممالک ایسے ہیں جن کے باشندوں کو پھانسی کی بھینٹ اس لئے چڑھا دیا گیا کہ انہوں نے حاکم وقت یا مملکت و ریاست سے بغاوت کی اور لمحہ فکریہ ہے کہ حاکم وقت یا مملکت و ریاست سے بغاوت کی سزا سزائے موت ہے مگر اقتدار اعلیٰ اور حاکمیت اعلیٰ کے حقیقی مالک کے اصول و قوانین کے باغی دندنا تے پھر رہے ہیں۔

ایک واقعہ یاد آ رہا ہے جب میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں ایم فل کر رہا تھا تب سیرت رسول عربی ﷺ کے نام سے کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں بندہ ناچیز کو بھی شرکت کا موقع ملا۔ بڑی پر لطف اور پر کیف کانفرنس تھی پروگرام کے اختتام کے بعد کویت ہاسٹل چلے گئے۔ صبح یونیورسٹی کلاسز کے لیے گئے تو وہاں چند افراد کھڑے تھے جن میں سے ایک شخص طنز بولا:

”تمہارا رسول کانفرنس میں آیا تھا کہ نہیں“

یقین کریں یہ لفظ سنے تو جگر پھٹنے لگا اور بے ساختہ منہ سے الفاظ نکلے:

جس نے تمہیں راہ ہدایت کا راہی بنایا اور تاریک راہوں سے نکال کر روشن راہوں کا مسافر کیا اس ہستی کے بارے میں تمہارے پاس کہنے کو یہ الفاظ ہیں حالانکہ تم خود کو بہت بڑے اسلام کے داعی اور سکا لڑکھتے ہو بہر کیف اس طرح کے اور بھی واقعات پیش آئے ایسے ایسے الفاظ بولے جاتے اور پھر جو دل پر گزرتی اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا یہ ساری باتیں کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی ذات کے متعلق ایسی باتیں کرنے سے پہلے یہ خیال کرنا چاہیے کہ ہم کس شخصیت کے بارے میں کہہ رہے ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں؟

ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی یونیورسٹی میں ایسی ایسی شخصیات بھی پائی جاتی ہیں جن کو دیکھتے ہی خدا یاد آ جاتا ہے جو دن رات اسلام کی خدمت میں کوشاں ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلامی یونیورسٹی کو دن دو گنی رات چو گنی ترقی عطا فرمائے تاکہ وہاں سے عاشقانِ مصطفیٰ کریم ﷺ کا جھرمٹ دنیا کے کونے کونے تک پھیل جائے۔ (آمین)

اللہ و رسول ﷺ سے استہزاء

استہزاء کا معنی و مفہوم

ہزارہی سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے مذاق اڑانا، کسی پر ہنسنا، ٹھٹھہ کرنا۔
لیکن جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی تو پھر اس کا مطلب ہوگا
اللہ تعالیٰ اپنی شان کے لائق استہزاء فرماتا ہے یعنی ان کے مذاق اور ٹھٹھہ کا جواب دیتا
ہے۔

مذاق اڑانا، کسی پر ہنسنا اور ٹھٹھہ کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا
درست نہیں کیونکہ ان میں عیب پایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات تمام عیوب و نقوص
سے پاک ہے لہذا جن جن تراجم میں ایسے معانی پائے جاتے ہیں ان کی اصلاح ہونی
چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے ساتھ استہزاء کو اپنے ساتھ استہزاء قرار
دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے

﴿وَلَمَّا سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ
وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِؤْنَ ۚ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ
إِيمَانِكُمْ﴾۔ (۱)

ترجمہ: ”اور اگر آپ اُن سے پوچھیں تو کہیں گے ہم تو ایسے ہی بات چیت اور دل
لگی کر رہے تھے تو آپ فرمادیں کہ کیا تم اللہ اور اس کی نشانیوں اور اس کے رسولوں کا

مذاق اڑاتے ہو تم معذرت نہ کرو اب ایمان لانے کے بعد تم کافر ہو چکے ہو۔“
جس وقت منافقین نے حضور نبی کریم ﷺ کے انقلابی تصورات اور جذبہ
خدمت اسلام اور بشارات کو سنا اور دیکھا تو مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے کہ یہ
انقلاب کبھی نہیں آئے گا، یہ فتوحات کبھی نہیں ہوں گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ
منافقین جھوٹے

قرار پائے اور نبی محتشم ﷺ کا مذاق اڑانے والے نشانِ عبرت بن گئے۔
معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑانا اور ایسی باتیں کرنا کہ سننے
یاد دیکھنے والا محسوس کرے کہ یہ تو سراسر گستاخی اور استہزاء ہے۔ تو یہ ایسا ہی ہے کوہیا کہ
اللہ کی ذات کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور یہ بات تو واضح طور پر عبارت سے معلوم ہو رہی
ہے۔

شان نزول و مقصدیت

سبب نزول هذه الآية على ما قال الكلبي ومقاتل وقادة ان
النبي ﷺ كان يسير في غزوة تبوك وبين يديه ثلاثة نفر من
المنافقين اثنان يستهزيان بالقرآن والرسول والثالث يضحك قبل
كانوا يقولون: ان محمدا يزعم انه يغلب الروم ويفتح مدائنهم ما
ابعد من ذلك وقيل كانوا يقولون: ان محمدا يزعم انه نزل في
اصحابنا المقيمين بالمدينة قرآن وانما هو قوله وكلامه فاطلع الله
نبيه ﷺ على ذلك فقال: اجلسوا على الركب فدعاهم وقال لهم:
قلتم كذا وكذا؟ فقالوا: انما كنا نخوض ونلعب اي كنا نتحدث
ونخوض في الكلام كما يفعل الركب لقطع الطريق بالحديث
واللعب. (۱)

ترجمہ: ”اس آیت کا سبب نزول وہی ہے جو کبھی، مقاتل اور قتادہ کا قول ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ کے آگے تین منافقین تھے۔ دو قرآن اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑا رہے تھے اور تیسرا ہنس رہا تھا یہ کہا گیا ہے کہ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ بے شک محمد (ﷺ) کا خیال ہے کہ وہ روم پر غالب اور مدائن فتح کر لیں گے۔ یہ کتنی بعید بات ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ کہہ رہے تھے کہ محمد (ﷺ) کا خیال ہے کہ یہ قرآن اُن ہمارے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوا جو مدینہ میں رہتے ہیں ارے یہ تو اُن کا اپنا قول اور کلام ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب نبی ﷺ کو اس پر مطلع فرمادیا تو آپ نے فرمایا اپنی اپنی سواریاں روک لو پھر آپ نے ان کو بلایا

اور فرمایا تم نے یہ یہ باتیں کی ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم تو دل لگی اور ویسے ہی بات چیت کر رہے تھے جس طرح ہم سفر آپس میں دل لگی کی باتیں کرتے ہیں۔“

مقصود نزول یہ ہے کہ کسی حال میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسی باتیں نہ کی جائیں جو اُن کی شانِ اقدس کے خلاف ہوں چاہے نظریہ و مقصد کچھ بھی ہو مگر اجازت نہیں کہ حضور ﷺ کے عیوب و نقائص بیان کیے جائیں یا آپ کی بتائی ہوئی خبر کو جھوٹا تصور کرنا یا مذاق اڑانا کیوں کہ آپ کا احترام اور تو قیر خدا کا احترام اور تو قیر ہے اور آپ کی اطلاعات کو جھوٹا قرار دینا اللہ تعالیٰ کی اخبار کار دکرنا ہے کیونکہ آپ کا کسی طرح کے بھی حالات سے مطلع فرمانا وحی الہی سے ہوتا ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ سے خیانت

خیانت کا معنی و مفہوم

یہ خ۔ و۔ ن سے مشتق ہے جس کا معنی ہے کم کرنا، بے وفائی کرنا۔ یہ امانت کی ضد ہے کیونکہ جب کوئی آدمی خیانت کرتا ہے تو وہ نقصان اٹھاتا ہے۔ خیانت یہ ہے کہ کسی بھی معاملہ میں امانت و دیانت کا خیال نہ رہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ خیانت کو اپنے ساتھ خیانت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ - (۱)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور امانتوں میں بھی خیانت مت کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔“

اس آیت کریمہ میں تمام تر خیانتوں سے روکا گیا ہے چاہے وہ سری ہوں یا جہری، چاہے وہ کسی کے لیے ہوں یا اپنے اہل و عیال کی خاطر۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے بنفس نفیس فرمادیا کہ کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے والدین، بچوں اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں، چاہے وہ صحابی رسول ہی کیوں نہ ہو۔ خالق ارض و سماء کسی کو بھی اسلامی معاملات میں خیانت اور نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں تنقیص کی اجازت نہیں دیتا۔

اسلام کے ساتھ ایک بہت بڑی خیانت

آج کل کچھ مسلمان غیر اسلامی ممالک میں جا کر اپنے نیشنلسٹی کارڈز (Nationality Cards) بنوانے کے لیے غیر مسلموں سے نکاح کر لیتے ہیں اور ان کی صف میں اپنا نام شامل کروانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ اسی طرح کچھ غیر مسلم لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں وہ مسلمانوں کو U.K. کا جھانسدے کران کے ایمان کا بیڑہ غرق کر دیتے ہیں یا کچھ لوگ جہاد کے نام پر نو جوانوں کو ورغلا کر لے جاتے ہیں اور کچھ مخصوص مدت تک ان کو مروا کر شہید کا لیبل (Lable) لگوا دیتے ہیں یا پھر کچھ لوگ اپنی من پسند کی آیات تلاش کر کے لوگوں کو انکا رہ لگواتے ہیں اور پھر وہ لوگ مفسر قرآن اور شارح حدیث بن کر سچے مسلمانوں کے ایمان پر دھاوا بول دیتے ہیں یا پھر نبی کریم ﷺ کی شان ارفع و اعلیٰ میں نقوص و عیوب نکال کر ظاہر اسلام کی صف اول میں کھڑا ہونے کے لیے کوشاں رہتے ہیں یا پھر کچھ لوگ دایاں دکھا کر بایاں مارتے ہیں اور کچھ لوگ اپنی جہالت و ضلالت کی وجہ سے اسلام کے عظیم ستونوں کی قبور کو بت قرار دے کر لوگوں کو متنفر کرنے کی ناکام کوشش اور سعی نامتوام کرتے ہیں اور پھر سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اندرون کھاتہ (Indoor) اجلاس میں نبی کریم ﷺ کی صفات کو داغدار کرنے میں کوشاں رہتے ہیں یعنی کبھی کہہ دیا وہ تو ہماری طرح کے بشر ہیں اور کبھی کہہ دیا کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں، کوئی اختیار نہیں۔ اختیار تو کسی بھی مملکت کے صدر کے پاس بہت ہیں اور رہی ان کی شان میں غلو کی بات تو ہماری زبانیں ہی اس قابل نہیں کہ ان کا ذکر پاک کر سکیں۔ قرآن کریم سے عظیم کلام اور کونسا ہوگا جو نبی کریم ﷺ کی رفعت کو بیان کر رہا ہے۔

شان نزول و مقصدیت

امام زہری اور کلبی فرماتے ہیں:

نزلت الایة فی ابی لبابة ہارون بن عبد المنذر الانصاری من

بنی عوف بن مالک وذلك ان رسول الله ﷺ حاصر يهود قريظة احدى وعشرين ليلة فسالوا رسول الله ﷺ فصلح على ما صالح عليه اخوانهم من بنى نصير على ان يسيروا الى اخوانهم الى اذرعات واربحا من ارض شام فابى رسول الله ﷺ ان يعطيهم ذلك الا ان ينزلوا على حكم سعد بن معاذ فابوا وقالوا: ارسل الينا ابا لبابة بن عبد المنذر وكان منا صالحهم، لان ماله وولده ووعيله كانت عندهم فبعثه رسول الله ﷺ و آتاهم: فقالوا له: يا ابا لبابة! ماترى انزل على حكم سعد بن معاذ؟ فاشار ابو لبابة بيده على حلقة انه الذبح فلا تفعلوا، قال ابو لبابة، والله ما زالت قد راى من مكانهما حتى عرفت انى قد خنت الله ورسوله ثم انطلق على وجهه ولم يات رسول الله ﷺ وشد نفسه على سارية من سواري المسجد وقال: والله! لا اذوق طعاما ولا شرابا حتى اموت او يتوب الله على فلما بلغ رسول الله ﷺ خبره قال: اما لوجأ نى لا استغفرت له فاما اذا فعل ما فعل فانى لا اطلقه حتى يتوب الله عليه فمكث سبعة ايام، لا يذوق طعاما ولا شرابا حتى خر مغشيا عليه ثم تاب الله عليه فقبل له: يا ابا لبابة قد يتب عليك فقال: لا والله لا احمل نفسى حتى يكون رسول الله ﷺ هو الذى يحلنى فجاءه فحله بيده ثم قال ابو لبابة: يا رسول الله ان من تمام توبتى ان اهجرك دار قومى التى اصبت فيها الذنب وان انخلع من مال كلبه، قال النبى ﷺ: يجزيك الثلث فتصلق به فنزلت فيه لا تخونوا..... الاية. (۱)

ترجمہ: ”یہ آیت ابو لبابہ ہارون بن منذر کے بارے میں نازل ہوئی جن کا تعلق بنو

عوف قبیلے سے تھا اور واقعہ اس وقت پیش آیا جب رسول اللہ ﷺ نے قریظہ کے یہود کا اکیس دن محاصرہ کیے رکھا انہوں نے آپ ﷺ سے بنو نضیر کی طرح کھیتوں اور باغات جو شام میں تھے پر صلح کے لیے کہا تو آپ ﷺ نے اُن کے دینے سے انکار کر دیا اس شرط پر کہ وہ لوگ سعد بن معاذ کے حکم پر ہتھیار پھینک کر نیچے اتر آئیں پس انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے پاس ابولبابہ کو بھیجیں اور ان کے خیر خواہ تھے کیونکہ ان کا مال اور گھرانہ ان کے پاس تھے پس آپ ﷺ نے اُن کو بھیجا جب وہ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا اے ابولبابہ! سعد کے حکم پر اترنے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے پس ابولبابہ نے اپنے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی ذبح پس انہوں نے نہ اترنے کا فیصلہ کر لیا۔ جناب ابولبابہ کا کہنا تھا کہ اللہ کی قسم میں وہاں سے ہٹا بھی نہ تھا کہ مجھے لگا کہ میں نے اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کر دی ہے پھر وہ وہاں سے مسجد نبوی گئے اور ستون کے ساتھ خود کو باندھ دیا اور آپ ﷺ کے پاس نہ آئے اور کہنے لگے خدا کی قسم! نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا یہاں تک کہ مر جاؤں، یا پھر اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے۔ پس جب اس بات کی خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا اگر ابولبابہ میرے پاس آجائے تو میں معافی لے دیتا اب وہ بارگاہ خدا میں عرض پر داز ہے سو وہی معافی دے گا پس آپ نے خود کو سات دن باندھے رکھا، نہ کھایا، نہ پیا یہاں تک کہ بے ہوشی طاری ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی پس ابولبابہ سے کہا گیا کہ آپ کی توبہ قبول کر لی گئی ہے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں خود کو نہیں کھولوں گا جب تک رسول اللہ ﷺ مجھے نہ کھولیں پس آپ ﷺ تشریف لائے اور ابولبابہ کو کھول دیا پھر ابولبابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری توبہ قبول ہوئی ہے تو میں اپنا گھر مار چھوڑنا چاہتا ہوں جس کی وجہ سے مجھ سے خطا سرزد ہوئی اور اپنا سارا مال چھوڑنا چاہتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا تجھے تہائی کافی ہے پس اسے صدقہ کر دے پس یہ سبب ہے آیت لا تخونوا کا۔

امام رازی نے اس کے اور بھی شان نزول بیان کیے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت کی صلح اور قربت کی حکمت عملی نہیں اپنائی جاسیے، کبھی ان کو مسجد میں آرام کے لیے جگہ اور کبھی ان کے قلعے کا محاصرہ، کبھی ان کے ساتھ معاہدہ اور کبھی علی الاعلان قتال۔ کیونکہ منافق اپنی منافقت اور چال بازی سے باز نہیں آتا۔ لہذا ان کے ساتھ نرم لہجے سے بات بھی کریں اور ان کو آنکھیں بھی دکھائیں کیونکہ ایسا نہ ہو کہ آپ صرف سختی سے توڑ لئے جائیں یا صرف نرمی کی وجہ سے نچوڑ لیے جائیں۔

یہاں پر مجھے ایک واقعہ یاد آ رہا ہے جو درس عبرت بھی ہے اور درس فراست بھی۔ اس واقعہ کی حقیقت کیا ہے میں نہیں جانتا لیکن فقط نتیجہ اخذ کرنے کے لیے ایک مثال ذکر کر رہا ہوں۔ (اس کا صحت و ضعف کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔)

ایک علاقے میں ایک سانپ رہتا تھا وہاں کے لوگ اُس سے بہت تنگ تھے۔ ایک دن وہاں سے ایک بزرگ گزرے اُن سے لوگوں نے شکایت کی کہ یہ سانپ ہمیں بہت تکلیف دیتا ہے۔ انہوں نے اس سانپ کو منع کر دیا اور کہا کہ کسی کو تکلیف نہیں دینی۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ چلے گئے اور پھر حال یہ ہوا کہ اس علاقے کا جو بندہ بھی وہاں سے گزرتا تھا وہ سانپ کو تنگ کرتا تھا، کنکریاں مارتا تھا یہاں تک کہ ایک دن وہاں سے پھر وہی بزرگ گزرے اور دیکھتے ہیں کہ سانپ ابولہبان اور زخمی ہے۔ آپ نے اس سے کہا کہ تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا آپ نے خود ہی تو منع کیا تھا تو انہوں نے فرمایا میں نے تجھے ان کو تکلیف دینے سے منع کیا تھا یہ تو نہیں کہا تھا کہ تو اپنی پھنکار ہی چھوڑ دے۔

اس واقعہ کو غور سے پڑھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نرمی کے ساتھ سختی بھی کرنی پڑتی ہے ورنہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

اس شان نزول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ: چاہے کوئی صحابی بھی اگر خیانت کا سوچ لے تو اسے بھی اجازت نہیں۔ مگر آج کے زبان درازوں کو کس طرح اجازت مل گئی کہ وہ برسر منبر کھڑے ہو کر حضور نبی

کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کریں یا خیانت کا تصور بھی کریں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ ندامت کے بعد توبہ کی قبولیت ہو جاتی ہے لیکن ندامت ایسی ہو کہ دوبارہ کبھی بھی رجوع کا شائبہ نہ ہو۔ اگر غور کیا جائے تو حضرت ابولبابہ کی توبہ ایسی توبہ تھی کہ کھانا، پینا، بیوی، بچے سب کچھ چھوڑ کر انہوں نے صرف بارگاہِ الہی کو اپنے تصورات و تخیلات کا مرکز بنا لیا اور تمام تر توجہات خالق کائنات کی طرف کر دیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قیامت تک حضرت ابولبابہ کی توبہ کا ذکر کیا جاتا رہے گا۔

یہ بھی اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر ابولبابہ میرے پاس آجاتے تو میں انکے لئے بخشش طلب کرتا۔ یعنی بارگاہِ مصطفویٰ ﷺ کی حاضری بھی گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾ (۱)

ترجمہ: ”اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو آپ کے پاس آجائیں پس اللہ سے معافی مانگیں اور رسول ان کے لیے بخشش طلب کریں تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا پائیں گے۔“

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابولبابہ جانتے بھی تھے کہ میری معافی ہو چکی ہے لیکن اس کے باوجود آقا علیہ السلام کو گرہ کھولنے کے لیے عرض کرنا اطمینانِ قلبی کی طرف اشارہ ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُمِيتُ الْمَوْتَى قَالَ أُولَئِكَ تُطَوَّنُ فَلَمْ يَكُنْ مِنْ الْغَافِلِينَ﴾ (۲)

ترجمہ: ”اور جب ابراہیم نے کہا اے رب مجھے مشاہدہ کرو کہ تو کیسے مردے زندہ

(۱) - النساء: ۶۴

(۲) - البقرہ: ۲۶۰

کرتا ہے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کیا تجھے یقین نہیں تو عرض کی کیوں نہیں لیکن یہ کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔“

حضرت ابولبابہ کا آمدتِ قرآنی کے نزول کے بعد سب کچھ ترک کر دینا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے اور اصل اس فانی دنیا کی خواہشات نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی محبت و اطاعت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اس آیت کریمہ کو نازل کرنا اور اپنے ذکر کے ساتھ حضور ﷺ کا ذکر کرنا اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ خیانت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت ہے۔

اللہ و رسول ﷺ سے عداوت

عداوت

ع، د، و سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے دشمنی اور ظلم میں حد سے بڑھ جانا۔ کسی سے مخالفت و دشمنی رکھنے اور ظلم میں حد سے بڑھ جانے کا نام عداوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عداوت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ﴾ (۱)۔

ترجمہ: ”جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے پس بے شک اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔“

اس میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور رسول کی دشمنی کو اپنی عداوت قرار دیا۔ فرشتوں سے عداوت دراصل رسول اللہ ﷺ کی بیعت سے تھی کیونکہ یہودیوں نے کبھی بھی رسول اللہ ﷺ کی اتباع و طاعت نہیں کی۔ ظاہر ہے اگر اتباع و طاعت کریں تو یہودی کیوں کہلائیں، محمدی کہلائیں اور حضرت جبریل امین پر الزامات اس لیے لگائے کیونکہ ان کی سوچ کے مطابق حضرت جبریل امین عذاب نازل کرنے والے فرشتے ہیں حالانکہ دیکھا جائے تو وہ تو پیامبر ہیں جو اللہ کا پیغام مصطفیٰ کریم ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔ چاہے وہ قرآن ہو یا سنت مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں۔

لہذا جبریل و میکائیل کی دشمنی رسول اللہ ﷺ کی دشمنی ٹھہری اور رسول اکرم

ﷺ کی دشمنی خدا کی دشمنی ہوئی۔ اس کے علاوہ بھی وہ نبی کریم ﷺ کا انکار اور مخالفت کرتے تھے جس کی بیعت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمن قرار دیا۔ یاد رہے یہود و نصاریٰ صرف اسلام کی ہی مخالفت نہیں کرتے بلکہ اسلام کے ساتھ تعلق رکھنے والے تمام کے تمام سسٹم (System) کی مخالفت کرتے ہیں۔ چاہے وہ اللہ کی ذات ہو یا رسول ﷺ ہوں، وہ فرشتے ہوں یا امت مصطفیٰ ﷺ کے اولیاء و علماء ہوں۔ جب انکا مقصد ہی اسلام کی مخالفت ہے تو وہ ہر طریقہ اور حربہ استعمال کریں گے

جس طرح کہا جاتا ہے: ”ایک شرارت سو جھت“

چاہے کوئی یہودی و عیسائی ہزار اداہر اداہر کی مارے لیکن یہ لوگ اسلام کے ہمدرد نہیں ہو سکتے۔ ہزار بار یہ لوگ لبادۂ اسلام اوڑھ کر ہزاروں مسجد خراب کر لیں۔ یہ کسی صورت میں بھی دامن اسلام میں پناہ لینے کے خواہاں نہیں ہوں گے۔

اللہ اور رسول ﷺ سے دشمنی

حادۃ

ح، د، د سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے مخالفت کرنا، عداوت رکھنا، لڑائی جھگڑا کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے مخالفین کو ذلیل قرار دیا اور مجاہدین کو جنت و رضا اور کامیابی کا مژدہ جانفزا سنایا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کو اپنی مخالفت اور محبوب کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الدِّينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذِلَّةِ ۝ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرَسُولِي أَنِ اللَّهُ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝﴾ (۱)

ترجمہ: ”بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ہیں ہی ذلیل، اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا کہ میں اور میرا رسول ہی غالب آئیں گے بے شک اللہ قوی و غالب ہے آپ اُن لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں کبھی اُن لوگوں سے محبت کرنا نہیں دیکھیں گے جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں اگرچہ وہ

اُن کے باپ، بیٹے، بھائی، یا خاندان ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو مضبوط کر دیا ہے اور روح سے اُن کی مدد کی اور انہیں ایسی جنت میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اللہ اُن سے وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ یہی اللہ کی جماعت ہے خبردار اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔“

لفظ حاد اور یحادون کی وضاحت کرتے ہوئے امام ماوردی لکھتے ہیں:

فیه ثلاثة اوجه:

احدها: من حارب الله ورسوله. قاله قتادة والفراء

الثاني: من خالف الله ورسوله. قاله الكلبي

الثالث: من عادى الله ورسوله. قاله مقاتل. (۱)

ترجمہ: ”اس میں تین وجوہ ہیں۔

۱۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑائی کی۔ یہ قول قتادہ اور فراء کا ہے۔

۲۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی۔ یہ قول کلبی کا ہے۔

۳۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عداوت و دشمنی رکھی۔ یہ قول مقاتل کا ہے۔“

اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”صحابہ کرام کی زندگی اس آیت کی جیسی جاگتی تصویر ہے جو کبھی نہیں مٹ

سکتی۔ ابو عبیدہ بن الجراح نے اُحد میں اپنے باپ جراح کو، حضرت علی نے بدر میں عتبہ بن ربیعہ کو۔ حضرت عمر نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو، مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبداللہ بن عمیر کو بدر میں قتل کیا، ابو بکر صدیق نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو پکار کر کہا کہ آجا! باپ بیٹے کے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ مگر حضور ﷺ نے منع فرما دیا۔ بعد میں عبدالرحمن ایمان لے آئے تھے۔ (۱)

یعنی ایک طرف دیکھا جائے تو صاحبان رسول ﷺ اپنی جانوں کی پرواہ نہیں کرتے۔ نہ باپ کی پرواہ، نہ بھائی کی پرواہ، نہ بیٹے کی پرواہ۔ جب بھی حکم خدا اور رسول ﷺ آیا یا محبت رسول ﷺ کا معاملہ سامنے آیا تو سب کچھ پیچھے چھوڑ کر پہلے آپ ﷺ کی بارگاہ کا انتخاب کیا اور ہر رشتہ سے پہلے رشتہ محبت رسول ﷺ کو ترجیح دی اور پھر وہ لوگ بار بار پیغمبر اسلام ﷺ کے حضور حاضر ہونے کو باعث فخر و مسرت سمجھتے تھے۔

اور دوسری جانب نگاہ دوڑائی جائے تو کچھ لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عداوت و دشمنی رکھتے تھے کبھی وہ میدان بدر میں اپنی ذلت و رسوائی کا سبب بنتے ہیں اور کبھی ابو جہل و ابولہب جیسے رسوائے زمانہ بنتے ہیں۔ حالانکہ محبت و چاہت و اطاعت و اتباع رسول ﷺ کے سوا حکیم ایمان ممکن ہی نہیں۔ اس لیے دعویٰ اسلام سے پہلے محبت رسول کے تقاضے اور آداب رسول ﷺ کو سمجھنا بے حد ضروری ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ان الذين يحادون الله ورسوله كذبوا كذا كبت الذين من قبلهم وقد انزلنا آيات بينات وللكافرين عذاب مهين﴾ (۲)۔
ترجمہ: ”بے شک مخالفین خدا اور رسول (ﷺ) ایسے ذلیل کیے گئے جیسے ان کے پچھلے

(۱)۔ نور العرفان، ۶۵۴

(۲)۔ المجادلہ: ۵

اور ہم نے کھلی نشانیاں نازل (بیان) کر دیں اور کافروں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔“

اس آیت کریمہ میں بھی مذکورہ آیت کی طرح مخالفین و معاندین کی ڈانٹ ڈپٹ کی گئی، ان کو ذلیل و رسوا قرار دیا گیا اور عذاب مہین کی بشارت سنائی گئی ہے۔

یحادون کا معنی

امام سمرقندی فرماتے ہیں:

﴿ان الذين يحادون الله ورسوله﴾ یعنی: یحادون ویشاقون اللہ ورسولہ ویشاقون اولیاء اللہ ورسولہ یعنی الذین یشاقون اولیاء اللہ لان احدا لا یحادی اللہ ولكن من عادی اولیاء اللہ فقد عادی اللہ تعالیٰ۔ (۱)

ترجمہ: ”یعنی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ عداوت و دشمنی رکھتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ جو اولیاء اللہ اور رسول سے دشمنی رکھتے ہیں کیونکہ اللہ سے کسی کی دشمنی نہیں ہے مگر جس کی دشمنی اولیاء اللہ سے ہوئی اس کی دشمنی اللہ سے ہی ہے۔“

امام قشیری لکھتے ہیں:

الذین یخالفون امر اللہ ویترکون طاعة رسول اللہ ﷺ اذلوا وخذلوا کما اذل الذین من قبلهم من الکفار والعصاة وقد اجری اللہ سنتہ بالانتقام من اهل الاجرام فمن ضیع للرسول سنة واحداث فی

(۱)۔ بحر العلوم للسفر قندی، ۶۶۳/۴۰

(۲)۔ تفسیر قشیری، ۹۳۹۷/۷۰

دینہ بدعة انحرط فی هذا السک ووقع فی هذا الذل (۲) ترجمہ: ”وہ لوگ جو اللہ کے حکم کی مخالفت اور رسول ﷺ کی اطاعت کو چھوڑ دیتے ہیں تو کفار اور نافرمانوں کی طرح ذلیل و رسوا کر دیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجرموں سے انتقام کا ایسا طریقہ جاری کر دیا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو چھوڑا اور دین میں بدعت پیدا کی تو وہ جانور کی طرح سی چھڑا کر اس راستے سے بھاگ گیا اور ذلت میں پڑ گیا۔“

منافقین کا ہمیشہ سے یہ دھیرہ رہا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طریقہ سے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے آئے ہیں۔ بظاہر ساتھ ساتھ رہے لیکن حقیقتاً مخالفت کرتے اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ان کی منافقت سے آگاہ فرما دیتے تھے ورنہ منافقین کی منافقانہ چالوں سے بچنا آسان کام نہیں۔ کہیں نہ کہیں داغ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی عصمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ يَعْصَمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾۔ (۱)

ترجمہ: ”اور اللہ نے آپ کو لوگوں سے محفوظ فرمالیا۔“

اسی طرح منافقین کی چال سے اللہ تعالیٰ نے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَقَالَتِ الْاَعْرَابُ اِنْ اِمْا قُلْ لَمْ تَوْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُولُوْا

اسلمنا﴾۔ (۲)

ترجمہ: ”دیہاتیوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے پس آپ فرمادیں: کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو کہ ہم مسلمان ہوئے ہیں۔“

یعنی دل سے تصدیق کا نام ایمان ہے اور زبان سے اقرار کا نام اسلام ہے

(۱)۔ المائدہ: ۶۷

(۲)۔ الحجرات: ۱۴

چونکہ وہ لوگ جھوٹا دعویٰ ایمان کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ تم مومن نہیں، مسلم ہو۔ یعنی تمہاری زبانیں اقرار کر رہی ہیں لیکن تمہارے دل انکاری ہیں۔

بعینہ جہاں جہاں کفار و مشرکین اور منافقین نے دھوکہ دینے، چال بازی یا اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی وہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبوں کو اس انداز میں ناکام بنا دیا کہ ان کی ہر دھوکہ دہی سے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ فرما کر ان کے خلاف کامیاب حکمت عملی اپنانے کا حکم دیا۔

اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت

مشاقہ کا معنی و مفہوم

ماہش، ق، ق سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے مخالفت کرنا، جھگڑا کرنا، دشمنی رکھنا۔ (۱) یہ لفظ بھی معصیت و مخالفت کے معنی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَن يُشَاقِ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (۲)

ترجمہ: ”یہ (عذاب) اس وجہ سے ہے کہ انہوں (بنو نضیر) نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جس نے اللہ کی مخالفت کی پس بے شک اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بنو نضیر کے یہودیوں (کے افعال جو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت میں کرتے تھے اور آپ کی اتباع نہیں کرتے تھے) کو دردناک اور سخت عذاب کی وعید سنائی ہے اور باقی انسانیت کو بھی درس اتباع و اطاعت دیا ہے اور اپنے رسول ﷺ کی نافرمانی و مخالفت کو اپنی مخالفت قرار دیا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ایک یہ بھی بڑا لطیف اشارہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ محبوب کا ذکر کیا اور پھر صرف اپنا ذکر کیا یہ بھی دراصل قرب کی طرف

(۱) - المعجم الوسيط، ۵۷۷

(۲) - الحشر: ۴

اشارہ ہے۔ لہذا آج کے اس دور میں ایسی سوچ رکھنے والے لوگ اس آیت کریمہ سے سبق حاصل کریں اور مخالفت مصطفوی ﷺ کو مول نہیں جو کہ ہلاکت اور عذاب خداوندی کا باعث ہے۔

سبب نزول

امام طبری فرماتے ہیں:

هَذَا الَّذِي فَعَلَ اللَّهُ بِهَؤُلَاءِ الْيَهُودِ مَا فَعَلَ بِهِمْ مِنْ اخْرَاجِهِمْ مِنْ دِيَارِهِمْ وَقَذْفِ الرَّعْبِ فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَجَعَلَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابَ النَّارِ بِمَا فَعَلُوا هُمْ فِي الدُّنْيَا مِنْ مَخَالَفَتِهِمُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فِي أَمْرِهِ وَنَهْيِهِ وَعَصْيَانِهِمْ رَبَّهُمْ فِيمَا أَمَرَهُمْ بِهِ مِنْ اتِّبَاعِ مُحَمَّدٍ ﷺ. (۱)

ترجمہ: ”یہ اللہ تعالیٰ نے ان یہود کے ساتھ ایسا کیا، اُن کو شہروں سے نکالا اور اُن کے دلوں میں مومنین کا رعب ڈال دیا اور اُن کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب رکھ دیا کیونکہ وہ دنیا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم و نہی کی مخالفت اور نافرمانی کرتے تھے اُن احکام کی جن کا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی اتباع میں حکم دے رکھا تھا۔“

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

”اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے تھے اور نافرمانی کو اپنا وظیرہ بنا لیا تھا جو بھی اس جرم کا ارتکاب کرے گا اس کا انجام ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کو شدید سزا دیتا ہے کہ اس کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔“ (۲)

(۱) - جامع البیان فی تاولیل آی القرآن للطبری، ۲۶۸/۲۳۰

(۲) - ضیاء القرآن، ۱۶۶/۵۰

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی اور ان کی مخالفت و نافرمانی عذاب جہنم کا ذریعہ ہے۔ لہذا کوئی مشرک ہو یا منافق، کافر ہو یا مومن کسی کو حق نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم كل بنان﴾ ذلک بانہم مشاققوا اللہ ورسولہ ومن یشاقق اللہ ورسولہ فان اللہ شدید العقاب ﴿۱﴾ ترجمہ: ”تو تم (کفار کی) گردنوں کے اوپر سے ضرب لگاؤ اور ان میں سے ہر ایک کے جوڑ توڑ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔“ اس آیت کریمہ میں حکم قتال دیا جا رہا ہے اور کفار کی گردن پر مارنے یعنی اُن کے ایک ایک جوڑ کو مارنے اور بے کار دینے کا حکم دیا جا رہا ہے اس کی وجہ اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی مخالفت و دشمنی ہے۔

اس میں ایک اشارہ فاضربوا فوق الاعناق سے دنیاوی سزا کی طرف یعنی مخالفین کا نام و نشان نہ رہے شدید العقاب سے اخروی سزا کی طرف اشارہ ہے یعنی دنیا و آخرت میں اُن کے لیے دردناک سزا ہے۔

شان نزول و مقصدیت

غزوہ بدر کے موقع پر جب مشرکین نے پانی پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کو ریت کی وجہ سے تکلیف ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرما کر مومنین کو تقویت بخشی اور پھر اُن کے جوڑ جوڑ مارنے کا حکم دیا تا کہ وہ رسول ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ کو ایذا پہنچانے کا سوچ بھی نہ سکیں اور واصل جہنم ہو جائیں۔ مقصدیت یہ ہے کہ جب بھی مجاہدین خدا اور رسول ﷺ کی ذات کے لیے

میدان میں اترتے ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی طرف سے طاقت عطا فرماتے ہیں لہذا ہر دین کے داعی اور راہی کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور معیت خدا اور رسول ﷺ کو اپنے لیے بہت بڑا سرمایہ سمجھے۔

اللہ اور رسول ﷺ سے لڑائی

محاربتہ

ح، د، ب سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے جنگ اور لڑائی۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کسی قسم کی مخالفت اور نافرمانی محاربتہ کہلاتی ہے اور لڑائی و نافرمانی کرنے والوں کے لیے دنیا و آخرت میں رسوائی اور عذاب عظیم ہے۔

پہلی آیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الارض فساداً ان يقتلوا او يصلبوا او تقطع ايديهم وارجلهم من خلاف او ينفوا من الارض ذلك لهم خزي في الدنيا ولهم في الآخرة عذاب عظيم﴾ (۱)۔

ترجمہ: ”بے شک اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑائی کرنے والوں اور فساد کرنے والوں کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل یا سولی چڑھا دیا جائے اور اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیے جائیں یا انہیں زمین بدر کر دیا جائے یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔“

لہذا اس آیت کریمہ میں رسول امین ﷺ سے جنگ اور لڑائی (صدق

کے اونٹوں کو چہا کر لے جانا اور محافظ کے قتل) کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ جنگ اور لڑائی قرار دیا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کا تعلق عربینہ قبیلہ سے تھا اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو اونٹوں کے دودھ اور پیشاب کے ذریعے علاج بتایا اور وہ ٹھیک بھی ہو گئے لیکن وہ مدینہ کی چہا گاہ کے اونٹ لے کر بھاگے اور ایک صحابی حضرت یسار رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کر دیا پھر ان کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد ان کی سزا کے بارے میں اس آیت کریمہ کا نزول ہوا۔

اس آیت مبارکہ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ صحابی رسول ﷺ سے جنگ کو رسول امین ﷺ سے جنگ اور رسول امین ﷺ سے جنگ کو اللہ تعالیٰ سے جنگ قرار دیا گیا ہے اور پھر اس کے بدلے میں اُن کے لیے ایسی سخت سزا مقرر فرمائی کہ کبھی بھی کسی قوم یا قبیلہ یا جماعت کے لوگوں میں جرأت نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو کسی طرح کا کوئی دکھ یا تکلیف پہنچائیں۔

شان نزول

عن انس رضی اللہ عنہ قال: قدم علی النبی ﷺ نفر من عکبل فاسلموا وحتوا المدينة فامرهم (النبي ﷺ) ان ياتوا ابل الصدقة فيشربوا من ابوالها والبانها ففعلوا فصحوا فارتدوا وقتلوا رعائيا واستاقوا الابل فبعث النبي ﷺ في آثارهم فاثني بهم فقطع ايديهم وارجلهم وسمل اعينهم ثم لم يحسمهم حتى ماتوا. (۱)

(۱) - معالم التنزيل، ۳/ ۴۸۰. المصنف بن ابی شیبہ، ۶/ ۴۳۷. السنن السنن السنن السنن، ۷/ ۹۷. روح المعانی، ۴/ ۴۶۵. الصحيح لابن حبان، ۱۰۰/ ۳۱۹. السنن الکبریٰ، ۶۹/ ۹. صحيح مسلم، ۱۰۱/ ۵. مشکل الآثار، ۴/ ۳۵۶. شرح السنة الکبریٰ، ۱/ ۶۲۹.

ترجمہ: ”مسئل کی ایک جماعت نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور اسلام قبول کر لیا لیکن مدینہ میں رہنا پسند نہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ صدقہ کے اونٹوں کی چہا گاہ میں چلے جائیں اور ان کا دودھ اور پیشاب پیئیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور صحیح ہو گئے پھر وہ مرتد ہو گئے اور چہا واپس کو قتل کر دیا اور اونٹ چہا کر لے گئے۔“

پس نبی کریم ﷺ نے ان کا پیچھا کرنے کا حکم دیا اور ان کو پکڑ کر لایا گیا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے اور آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھیری گئیں پھر وہ جی نہ سکے اور مر گئے۔“

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام نے اُن کے لیے جو سزا تجویز فرمائی وہ ظلم نہیں تھا بلکہ اذلہ کا بدلہ تھا اُن لوگوں نے صحابی رسول ﷺ کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر ان کو شہید کر دیا تھا اور ڈاکہ ڈالا اور مرتد ہو گئے تھے۔ اُن تمام تر افعال شنیعہ و مذمومہ کی اسلام میں شدید مذمت ہے کیونکہ یہ دہشت گردی ہے اور اسلام سراسر دہشت گردی کے خلاف ہے کیونکہ اسلام کا مطلب ہی امن و سکون ہے اور دہشت گردی کا سد باب اسلام نے تعزیرات، حدود و قصاص اور جہاد کے ذریعے کیا ہے تاکہ کلمہ حق بلند ہو جائے اور جب کلمہ حق بلند ہوگا تو ہر طرف عدل و انصاف کی حکومت ہوگی اور حق و صداقت کا بول بالا ہوگا۔

اگرچہ کچھ اصول و قوانین کی دیدنی بظاہر بڑی مشکل اور کٹھن لگتی ہے لیکن حقیقت میں وہی اصول و قوانین اصلاح انسانیّت و معاشرہ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، اس دنیا میں جہاں بھی ایسے قوانین پائے جاتے ہیں اس میں معاشرتی خرابیاں بہت کم اور معاشرہ کی تشکیل بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام کے یہ قوانین تشکیل معاشرت کے لیے رہبر و رہنما ہیں۔

دوسری آیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضَرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَأَرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَادْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ يَشْهَدُ أَنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾ (۱)

ترجمہ: ”اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے، کفر پھیلانے اور مومنین کے درمیان تفرقہ ڈالنے اور اس شخص کا ٹھکانا بنانے کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے ہی جنگ میں ہے اور وہ ضرور بہ ضرور حلف اٹھائیں گے کہ ہم تو صرف بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں اور اللہ ان کے جھوٹا ہونے کی گواہی دیتا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں منافقین کی چال بازیوں اور منافقوں کا سد باب کیا گیا ہے اور قیامت تک کے لیے ایسی مساجد کی تعمیر و اندراج (Registration) اور ان میں آمد و رفت سے منع کر دیا گیا ہے جن میں اسلام کے خلاف سازشیں اور نبی کریم ﷺ کے مشن کے خلاف پروپیگنڈے ہوں۔ ہزار ہا لوگ یہ کہیں کہ یہ مسجد ہم نے لوگوں کی اصلاح اور دین اسلام کی تبلیغ کے لیے بنائی ہے لیکن جس مسجد میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت ہو رہی ہو اس کو مسجد اسلام کہنا بھی مساجد اسلام کی توہین ہے اسلام نے ایسی عمارت کو مسجد ضرار کے ساتھ ملقب کر کے منافقین کے ناکام عزائم کو بے مطلوب و بے مقصد کر دیا ہے۔

شان نزول و مقصدیت

قال البغوی: نزلت هذه الآية في جماعة المنافقين بنوا مسجدا يضارون به مسجد قباء وكانوا اثني عشر رجلا من اهل النفاق: ودیعة بن ثابت وجماد بن خالد ومن داره اخرج هذا المسجد وعلبة بن حاطب وجارية بن عامر وابناه مجمع وزید ومعتب بن

قشير وعباد بن حنيفة، وابو حبيبة بن الازعر وخنبل بن الحارث، وعباد بن عثمان ورجل يقال له: بحرج بنوا هذا المسجد ضرارا يعني: مضارة للمؤمنين (وكفرا) بالله ورسوله (وتفريقا بين المؤمنين) لانهم كانوا جميعا يصلون في مسجد قباء، فبنوا مسجد الضرار ليصلي فيه بعضهم فيؤذي ذلك الى الاختلاف وافتراق الكلمة وكان يصلي بهم مجمع بن جارية فلما فرغوا من بنائه اتوا رسول الله ﷺ وهو يتجهز الى تبوك فقالوا: يا رسول الله انا قد بنينا مسجد الذي العلة والحاجة والليلة المطيرة والليلة الشاتية وانا تحب ان تاتينا وتصلي بنا فيه وتدعوا لنا بالبركة، فقال لهم رسول الله ﷺ اني على جناح سفر، ولو قدمنا ان شاء واتيناكم فصلينا لكم فيه، لما انصرف رسول الله من تبوك ونزل جدي او ان موضع قريب من المدينة اتوه فسالوه اتيان مسجد فدعا بقميصه ليلبسه وياتيهم فنزل عليه القرآن واخبره الله تعالى خبر مسجد الضرار وما هموا به فدعا رسول الله ﷺ مالک بن الدخشم ومعن بن عدي وعامر بن السكن ووحشيا قاتل حمزة وقال لهم: انخلقوا الى هذا المسجد الظالم اهله فهدموا واحترموا فخرجوا سريعا حتى اتوا بني سالم بن عوف وهم رهط مالک بن الدخشم فقال مالک: انظروني حتى اخرج اليكم بنا من اهلي فدخل اهله فاخذ سعفا من النخل فاشغل فيه نارا ثم خرجوا يشدون حتى دخلوا المسجد وفيه اهله فحرقوه وهدموا وتفرق عنه اهله..... (۱)

ترجمہ: ”یہ آیت منافقین کی اس جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے

مسجد قبا کو نقصان پہنچانے کے لیے مسجد تیار کی اور وہ بارہ (۱۲) منافق مرد تھے۔ ودیعہ بن ثابت، جذام بن خالد اور اسی کے گھر سے مسجد تیار کی گئی اور ثعلبہ بن حاطب، جاریہ بن عامر اور اس کے بیٹے مجمع اور زید اور معتب بن قشیر اور عباد بن حنیف اور ابو حبیہ بن الازعر اور خبیل بن الحارث و بجاد بن عثمان اور ایک اور شخص جس کو سحر ج کہا جاتا تھا انہوں نے مسجد ضرار یعنی مومنین کو نقصان پہنچانے کے لیے مسجد بنائی کیونکہ وہ مسجد قبا میں نماز پڑھتے تھے پس مسجد ضرار اس لیے بنائی گئی تاکہ ان مومنین میں سے کچھ ادھر آکر نماز پڑھیں تاکہ وہ اختلاف و تفرقہ میں پڑ جائیں اس میں مجمع بن جاریہ نماز پڑھاتا تھا پس جب وہ لوگ مسجد بنا کر فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ غزوہ تبوک کے لیے تیاری فرما رہے تھے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے مسجد بنائی ہے وہ مریضوں اور حاجت مندوں کے لئے رات کے اندھیروں وغیرہ کی وجہ سے اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ تشریف لا کر ہمیں اس میں نماز پڑھادیں اور ہمارے لیے برکت کی دعا فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سفر کے تیار ہوں جب ہم واپس آئے تو آکر نماز پڑھائیں گے جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے اور ذی اوان میں جو مدینہ کے قریب جگہ ہے قدم رنجا فرمایا تو وہ لوگ آگئے اور مسجد میں آنے کا پوچھا تو آپ نے اپنی قمیص منگوائی تاکہ پہنیں اور مسجد میں تشریف لے جائیں تو آپ پر قرآن کریم کا نزول ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مسجد ضرار کی خبر دی اور ان کے ارادوں سے آگاہ فرمایا پس رسول اللہ ﷺ نے مالک بن الدحشم، معن بن عدی، عامر بن السکن اور حمزہ کے قاتل وحشی کو بلایا اور ان سے فرمایا اس مسجد کی طرف چلو جس کے متولی ظالم ہیں پس اس مسجد کو گرا اور جلا دیا پھر وہ جلدی سے باہر آگئے۔ یہاں تک کہ وہ بنو سالم بن عوف اور وہ مالک کے گھر وہی تھے انکے پاس آئے تو مالک نے کہا تم ٹھہرو میں گھر سے آگ لے کر آتا ہوں پس آپ گھر گئے، کھجور کی ٹہنی لی اور آگ کا شعلہ بھڑکایا پھر پورے غصے میں مسجد میں داخل ہو کر جلا دیا اور گرا دیا اور متولیان مسجد بھاگ گئے۔“

مسجد ضرار کو ضرار اس لیے کہا گیا کیونکہ اس مسجد کی تعمیر کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت و دشمنی تھا اور جس کی بنیاد ہی ایسی سازشوں اور پروپیگنڈوں پر ہو وہ مسجد ضرار ہی ہو سکتی ہے، مسجد نافع نہیں۔ ظاہراً اگر منافقین کے عزائم و مقاصد دیکھے جائیں تو یہ ان کا بہت ہی مشفقانہ و ماہرانہ کام نظر آتا ہے مگر جب اس کی حقیقت کی طرف نگاہ ڈالی جائے تو یہ کیسا و صنعاء سے کم نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد میں دعوت دینا اور برکت کے حصول کا کہنا بدعتی پر مبنی تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے افشا کیا۔ مقصد صرف یہ تھا کہ جب آپ ﷺ مسجد ضرار میں قدم رنجا فرمائیں گے تو حصول برکت کے لیے یہاں مومنین آتے رہیں گے اور ہم لوگوں کو بتاتے رہیں گے کہ یہ وہ مسجد ہے جس میں خود آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔

نبی کریم ﷺ کا صحابہ کو مسجد گرانے کا حکم دینا اور صحابہ کا جلدی سے مسجد کی طرف جانا اور اس کو جلانا و گرانہ جذبہ ایمانی، احکام شرع کی پاسداری، محبت و اطاعت و اتباع رسول ﷺ کی علامت ہے۔ لہذا ہر وہ مسجد جہاں منافقت کا بازار گرم ہو اس کو گرانے کا حکم شرع کے عین مطابق ہے لیکن یہ ذمہ داری حکومت وقت یا حکومت کے مقرر کردہ نمائندوں کی ہے عوام الناس کی نہیں۔

مسلمانوں کے نام ایک اہم پیغام

آج کے اس دور میں یہ پہچاننا مشکل ہے کہ منافق کون ہے؟ کیونکہ کچھ لوگ عملی منافق ہونے کے ساتھ ساتھ اعتقادی منافق بھی ہوتے ہیں اور ان کی ہمت تن بھی کوشش ہوتی ہے کہ ہماری منافقت ظاہر نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لیے یہ طریقے اور راستے آسان فرمادیے ہیں تاکہ کھوٹے اور کھرے کی پہچان ہو جائے اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

خیال رہے کہ منافقین اپنی منافقانہ چالوں سے پہچانے جاسکتے ہیں اگر وہ

محبت مصطفیٰ اور غلامی مصطفیٰ ﷺ کے قائل نہ ہوں، ادب بارگاہ رسالت ﷺ سے عاری ہوں، آپ ﷺ کا نام لینے سے ان کے چہرے رونق افروز نہ ہوں، آپ ﷺ کے نقوص و عیوب نکالیں یا ان کو بیان کریں اور آپ ﷺ کے ذکر مبارک پر غلو کے فتوے لگا کر تنقیص کے قائل ٹھہریں وہ صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہوں اور اولیاء اللہ کے دشمن ہوں، وہ قرآن وحدیث کو بیان ایسے کریں گویا کہ وہ شیخ القرآن یا شیخ الحدیث ہیں مگر قرآن وحدیث کے حقیقی معنی کے ساتھ ان کو کوئی لگن نہ ہو۔

اسلام اور جہاد کے نام پر لوگوں کو اپنی طرف مائل کر کے ان کو اپنے مقاصد کے تحت استعمال کریں۔ لوگوں کو قرآن وحدیث اور شریعت پر عمل کا جھانسہ دیں اور کہیں کہ ہم اپنے پاس سے کوئی بات نہیں کرتے ہم جو بھی کہتے ہیں قرآن وحدیث سے کہتے ہیں۔ کچھ مسلمان ان کے دامن فریب میں آکر راہ حق سے بھٹک جاتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ مسجد ضرار کے بانیوں نے بھی یہی انداز اختیار کیا تھا لیکن خالق و مالک ارض و سما کو وارا نہیں کہ کوئی شان رسالت میں تنقیص کا سوچے۔

چنانچہ اے مسلمانو! ایسے لوگوں کی باتوں کو سن کر یہ مت سمجھنا کہ یہ لوگ اسلام کے علمبردار ہیں بلکہ یہ لوگ تو اسلام کی جڑیں کاٹنے والے ہیں جو ایسی مساجد بنا کر انبیاء اور اولیاء کی عظمت و رفعت کے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔

حاکم وقت کی ذمہ داری

مسجد ضرار والا واقعہ مدینہ طیبہ کا واقعہ ہے کیونکہ مسجد ضرار مسجد قباء کے قریب بنائی گئی اور مسجد قبا مدینہ طیبہ میں واقع ہے اور حضور نبی مختتم ﷺ مدینہ کے حاکم، قاضی اور جج تھے جنہوں نے قرآن کریم کے حکم کے مطابق مسجد ضرار کو گرا دیا۔ معلوم ہوا کہ ایسی مساجد جن میں اسلام مخالف قوتیں اسلام کی مخالفت کر رہی ہوں اور لبادہ شرافت اوڑھ کر سادہ مسلمانوں کو گمراہ کر رہی ہوں ان کی سرگرمیوں کا سد باب کرنا حکمران و حاکم وقت کی ذمہ داری ہے۔ لہذا حاکم وقت کو چاہیے کہ وہ تمام ایسی مساجد کو گرانے کا حکم دے جن کے بانیان کے مقاصد اللہ و رسول ﷺ اور تعلیمات اسلام

کی مخالفت کرنا اور پاسان اسلام کی عزت و حرمت کو پامال کرنا ہو یا پھر ان لوگوں کو مساجد سے باہر نکال کر صحیح العقیدہ مسلمان کا انتخاب کرے۔

اور اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ ایسے خطباء و واعظین جو امت مسلمہ میں انتشار اور فتنہ و فساد کا سبب بنیں انہیں یہ بھی خطبہ و وعظ سے روک دے تاکہ اسلام کی تعلیمات صحیحہ کی اشاعت ہو اور مخالفین اسلام کے پروپیگنڈے ناکام ہوں کیونکہ مساجد تعلیمات اسلام کا بنیادی اور اہم مرکز اور ایسا ادارہ ہیں جو اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کرتی ہیں جس طرح والدین اپنے بچوں کی جسمانی پرورش کرتے ہیں یوں ہی مساجد کے ذریعے سے علمی اور روحانی تربیت کی جاتی ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ کا اظہارِ بیزاری

برأت

ب، ر، ا سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے بیزاری، چھٹکارا، لا تعلق، کسی کا کسی سے بیزار ہو جانا، ترکِ تعلق اور انقطاعِ العصمیۃ یعنی حفاظت کا ذمہ اٹھا کر اسکو لا تعلق کر دینا۔

یہاں برأت سے مراد دین سے لا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ساتھ بیزاری و لا تعلق کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿براءة من الله ورسوله الى الذين عاهدتم من المشركين﴾ (۱)

ترجمہ: ”اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین کی طرف بیزاری کا اعلان ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے لا تعلق اور بیزاری کا اعلان فرمایا ہے کیونکہ مشرکین نے جو عہدِ حضور ﷺ سے کیا تھا انہوں نے توڑ دیا ماسوائے بنوِ ضمہرہ اور بنو کنانہ کے۔ پس انہوں نے عہدِ مصطفیٰ ﷺ کو توڑا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے عہدِ مصطفیٰ ﷺ کو توڑنے کی وجہ سے اپنا اور اپنے محبوب ﷺ کی بیزاری اور لا تعلق کا اعلان آیت قرآنی کی کے ساتھ فرمادیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس کا تعلق ورشتہ رسول اللہ ﷺ سے نہ رہے تو ذاتِ باری تعالیٰ سے بھی لا تعلق ہو جاتا ہے کیونکہ پوری کی پوری سیرتِ طیبہ اور سنتِ مبارکہ وحی الہی کا بیان و تفسیر ہے۔

شانِ نزول و مقصدیت

امام خازن لکھتے ہیں:

قال المفسرون: لما خرج رسول الله ﷺ الى تبوك كان المنافقون يرجفون الاراجيف وجعل المشركون ينقضون عهودا كانت بينهم وبين رسول الله ﷺ فامر الله عز وجل بنقص عهودهم وذلك قوله سبحانه وتعالى: ﴿واما تخافن من قوم خيانة﴾ الآية. ففعل رسول الله ﷺ ما امر به ونبذ اليهم عهودهم قال الزجاج: اي قد برئ الله ورسوله من اعطائهم العهود والوفاء بما اذا نكثوا. (۱)

ترجمہ: ”مفسرین کا کہنا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف تشریف لے گئے تو منافقین افواہیں پھیلانے لگے جو ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدے تھے پس اللہ تعالیٰ نے ان معاہدوں کو توڑنے کا حکم فرمادیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿واما تخافن من قوم خيانة﴾ پس رسول اللہ ﷺ نے وہی کیا جس کا آپ کو حکم دیا گیا اور آپ نے مشرکین کے معاہدوں کو توڑ دیا۔

امام زجاج فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مشرکین کے عہد و وفاء توڑنے کی وجہ سے ان سے بیزاری کا اعلان فرمادیا۔“

معلوم ہوا کہ منافقین کے واویلے ہوں یا مشرکین کے عہد و پیمان کی خلاف ورزی۔ یہ سراسر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہے اور جو بھی قوانین اسلام کی خلاف ورزی کرے گا اس کے ساتھ اسلام کی تعلیمات کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بیگانہ ہے اور ظاہر ہے جو اللہ اور اس کے

رسول ﷺ سے بیگانہ ہو وہ ایک مسلمان کا دوست کیونکر ہو سکتا ہے چاہے لاکھ عہد و پیمان کی یقین دہانی کرائے، ہزار مرتبہ ہاتھ ملائے وہ بظاہر مہربانی کرتا نظر آ بھی رہا ہو لیکن یاد رکھیں اس کے پیچھے چھپے ہوئے اس کے عزائم و مقاصد ضرور ہوں گے جو تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

کفار و مشرکین کی تاریخ بھری پڑی ہے کہ انہوں نے بہت سے مقامات پر مسلمانوں کے کندھے پر رکھ کر چلانے کی کوشش کی۔ کسی مسلم مملکت میں رہنے والے مسلمان کو پیسے کی جھلک دکھا کر گمراہ کر لیا اور پھر اس کو Protocol دے کر اسلامی ریاست کے Departments کو تباہ کرنے کی مذموم کوشش کی اور بہت حد تک بظاہر کامیاب بھی رہے اور پھر پورے کے پورے ملک میں افراتفری اور دہشت گردی کی فضا قائم کر دی۔

افغانستان، عراق وغیرہ کے حالات اس بات پر گواہ ہیں کہ کافر اور مشرک تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ ایران نے آنکھیں دکھائیں تو کفر و شرک بھاگ اٹھا۔ کاش آج بھی مسلمان سمجھ جائیں اور بجائے اس کے کہ وہ غدار اسلام و مسلمین کے لقب سے ایک پیٹ کی خاطر ملقب ہوں۔ انہیں چاہیے کہ ابھی بھی سمجھ جائیں اور زیادہ حیرانگی اس بات پر ہوتی ہے جب بڑے بڑے جنرل اور حکومت کے نمائندے اور ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ (Head of Department) کفر کی دلدل میں پھنس کر لالچ کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوب کر اپنے ایمان کو کافر کے آگے بچ کر آخرت کے حساب سے بے فکر ہو جاتے ہیں اور اس وطن فانی کو وطن باقی سمجھ کر ڈیرہ لگا لیتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ بڑے بڑے نمرود و فرعون اور شہداد و ابوجہل بھی اس دنیا میں نہ رہے۔ ان کی اکثر آسمان سے باتیں کرتی تھی مگر آج وہ زمین بوس ہو گئے یا زمین میں بھی جگہ نہ پاسکے تو آپ کس کھیت کی مولیٰ ہیں جو کلمہ بھی پڑھتے ہیں اور منافقت و کفر کا بازار بھی گرم کر رکھا ہے۔

اپنے ایک پیٹ کو مت دیکھو۔ اسلام کا اتنا بڑا Set up دیکھو جس کی تعلیمات سے کل عالم حیران و ششدر ہے۔ چند روپوں کی لالچ میں اپنا اتنا قیمتی ایمان مت بیچو جو ہدایت خداوندی کے سوا کہیں سے نہیں ملتا۔ یہ سانس چند لمحوں کی مہمان ہے نجانے کس وقت دل کی دھڑکن ٹھم جائے اور اس روئے زمین سے ناٹھ ٹوٹ جائے اور دو گز زمین ہی مقدر بن کر رہ جائے۔

لہذا اٹھو اور اسلام کے داعی بن کر ہر قصر کفر پر اسلام کا پرچم لہرا دو تا کہ کفر و شرک، ظلمت و ہلاکت، گمراہی و ہدامتی کومات ہو اور سارا عالم سکون کی زندگی گزار سکے۔

ایک اور مقام پر اظہار بیزاری کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَإِذْ أَنْذَرَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ﴾ (۱)

ترجمہ: ”اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان عام ہے لوگوں کے لیے حج اکبر کے دن کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہیں۔“

اس آیت کا مفہوم و مطلب بھی وہی ہے جو مذکورہ بالا کا ہے۔

گستاخ رسول ﷺ کا حکم

کچھ لوگ تو وہ ہیں جو چاہتوں کے ارمان لیے، سینوں میں شمع عشق رسول ﷺ چراغاں کیے، مشتاق نگاہوں کو منتظر شاہِ خواہاں کیے، اصل کائنات، جان کائنات، شان کائنات، روح کائنات، وجہ تخلیق کائنات، ہادی و رہبر کائنات، سرور و سرور کائنات کے لیے جان و دل لیے عالمِ وارسی میں گشتگانِ محبت بن کر جا ثاری کو سرمایہ افتخار تصور کرتے ہیں۔

اور کچھ وہ لوگ ہیں جو شومی قسمت، بغاوت و غداری، منافقت و ارتداد، عہد شکنی و بدعتیہ گی، ناشیفتگی و بد خلقی اپنے دامانِ شک میں لیے دنیا و خواہشات پر وارفتہ و فریفتہ ہو کر مشہور جہاں آراصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سینوں میں نفرت لیے ابو لہب و ابو جہل، کعب بن اشرف، ابورافع یہودی، ابن خطل اور اس کی لونڈیاں، عصما بنت مروان، مسیلمہ کذاب، ربیعہ نالہ، شیطان ملعون رشدی، یولونجیس، چارب (Charb)، ٹیری جونز (Terry Jones)، کورٹ ویسٹر گارڈ (Curt Wester Guard)، گولڈ زیہر (Gold Zeher)، کرٹ ویلڈرز، رابرٹ اسپنر، الیگزینڈر، ڈینیئل پائیکس اور دیگر ان کے متبعین (Followers) بن کر رسوائے زمانہ کا لقب پا کر مستوجب عذاب جہنم ٹھہرے۔

یہاں ہم ان رحمت باری تعالیٰ سے محروم لوگوں کا حکم تحریر کریں گے جن کی زندگی اور اقوال نے افق پر تاریکی کی لکیر چھوڑی اور ان کی زندگی ایک سوالیہ نشان اور مسلمانوں کے لئے نفرت گاہ بن گئی۔

قرآن کریم میں گستاخ رسول ﷺ کا حکم

رسول اللہ ﷺ کا گستاخ رحمت خداوندی سے محروم ہوگا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ان الذين يوذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاخرة واعد لهم عذابا مهينا۔ (۱)

ترجمہ: ”بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں رحمت سے محروم کر دیا اور ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ اس آیت کریمہ میں اللہ اور رسول ﷺ کو اذیت دینے والے کے لیے دنیا و آخرت میں رحمت رب رحیم سے محرومی اور رسوا کن عذاب کا مژدہ سنایا جا

رہا ہے۔ لعنت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے امام خفاجی فرماتے ہیں کہ: دنیا کی لعنت سے مراد قتل ہے۔ (نسیم الریاض)

چونکہ لعنت کا معنی ہے دھتکارنا اور خیر سے دور کرنا پس جس سے اللہ تعالیٰ خیر کو دور فرما دیں اور اپنی بارگاہ سے دھتکار دیں تو ایک تو اسے جینے کا حق نہیں اور دوسرا وہ ذلیل ہی ذلیل اور رسوا ہی رسوا اور جانوروں سے بھی گمراہ و بدتر (اولئک کالانعام بل هم اضل) نہ دنیا میں اس کے لیے پناہ گاہ، نہ آخرت میں کوئی پناہ گاہ، وہ رسوائے زمانہ اور ذلیل آخرت کہلائے گا۔ صرف قتل ہی اس کی سزا نہیں بلکہ رہتی دنیا تک اسے نشانِ عبرت بنا دیا جائے گا اور رہا آخرت کا معاملہ تو وہ ذاتِ باری تعالیٰ ہی بہتر جانے کہ اس کا حشر کیا ہوگا؟

رسول اللہ ﷺ کا گستاخ کافر ہے

اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

قل ابالله و آياته ورسوله كنتم تستهزون لا تعتذروا قد كفرتم

بعد ایمانکم۔ (۱)

ترجمہ: ”فرمادیں کیا تم اللہ، اس کی آیات اور رسول کا مذاق اڑاتے ہو تم کافر ہو چکے کوئی عذر قبول نہیں۔“

اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑانے والوں کو بیاہنگ و بیل بتایا جا رہا ہے کہ اب معذرت کا بھی وقت نہیں رہا۔ تمہارے کفر میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ نص قرآنی قطعی سے گستاخانِ رسول ﷺ کے کفر پر مہر تقویم لگائی جا رہی ہے جس کے بعد عذر تو عذر رہا تو بہ کا تصور بھی بعید ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا گستاخ واجب القتل ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ملعونین ایما تقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلاً۔ (۱)

ترجمہ: ”یہ لعنت کردہ جہاں بھی ملیں پکڑ کر خوب قتل کئے جائیں۔“

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کو لعنتی اور واجب القتل قرار دیا جا رہا ہے اور اظہارِ غضب ہے اس کلام میں کہ پہلے ان کو لعنتی قرار دیا گیا پھر حکم دیا گیا کہ بغیر کسی جگہ کے تعین کے، چاہے وہاں قتل کی ممانعت ہو یا نہ ہو ان کو گرفتار کر کے ایسے قتل کیے جائیں کہ نشانِ عبرت بن جائیں۔ اس کلام میں مفعول مطلق کا لایا جانا قتل کی تاکید کو ثابت کر رہا ہے اور قریمہ کلام بھی وجوبِ قتل پر دال ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم کل بنان ۝ ذلک بانہم

شاقوا اللہ ورسولہ۔ (۲)

ترجمہ: ”ان کے سر قلم کرو اور ان کے جوڑ جوڑ پر مارو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے نافرمان ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں تو گستاخانِ رسول کے جوڑ جوڑ توڑ دینے کا حکم ہے یعنی ان کو بے کار اور معذور کر کے نشانِ عبرت بنایا جائے اور اس سے یہ بھی مراد ہے کہ ان کا خاتمہ کر دیا جائے اور ان کے قتل میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی جائے۔

گستاخِ رسول رسوائے زمانہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولئک فی الاذلیلین۔ (۱)

ترجمہ: ”بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیلوں کی صف میں ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں گستاخانِ رسول کو گھٹیا، بے وقعت اور رسوائے زمانہ قرار دیا جا رہا ہے کیونکہ عزت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے (و تعز من تشاء وتذل من تشاء) جسے چاہے عزت دے اور جسے وہ رسوا کرے زمانہ بھر کے لوگ اسے معزز نہ کر سکیں اور جسے اللہ معزز کرے زمانہ بھر کے لوگ اسے رسوا نہ کر سکیں۔

گستاخِ رسول ﷺ رسوائے محشر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

والذین یوذون رسول اللہ لہم عذاب الیم۔ (۲)

ترجمہ: ”وہ لوگ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

اس آیت کریمہ میں دشمنانِ رسول ﷺ کو دردناک عذاب کا مژدہ جانفزا سنایا جا رہا ہے اسی طرح کہیں تو انہیں عذابِ مہین اور کہیں عذابِ الیم اور کہیں عذابِ شمدید وغیرہ کا پیغام سنایا جا رہا ہے۔

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کا گستاخ لعنتی، کافر، واجب القتل، رسوائے دنیا و آخرت قرار دیا گیا۔

احادیث میں گستاخِ رسول ﷺ کا حکم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ ایک آدمی کی اُم ولد تھی وہ نبی کریم ﷺ کی بچو (گالیاں) کرتی تھی تو سمجھانے کے باوجود وہ نہ سمجھی تو انھوں نے اسے قتل کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اشہد ان دمھا ہدر۔“
کواہ رہواس کا خون رائیگاں ہے۔ (۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان يهودية كانت تشتم النبي ﷺ وتقع فيه فخنقها رجل

مات فابطل رسول الله ﷺ دمها۔ (۲)

ترجمہ: ایک یہودیہ حضور نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیتی تھی تو ایک آدمی نے اسے قتل کر دیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے خون رائیگاں قرار دیا۔

خود نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”من سب نبيا فاقتلوه۔“ (۳)

ترجمہ: جو نبی کو گالی دے اس کو قتل کر دو۔

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت زبیر، حضرت خالد بن ولید، حضرت عمیر بن عدی، حضرت عبداللہ بن عتیک، حضرت محمد بن مسلمہ جیسے جاٹا صحابہ کا کعب بن اشرف، ابورافع یہودی، ابن خطل اور اس کی لونڈیوں، عصما بنت مروان اور دیگر یہودی و یہودیہ کو واصل جہنم کرنے سے ثابت ہو رہا ہے کہ گستاخانِ رسول ﷺ کی سزا قتل اور سرتن سے جدا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت

(۱) - المستدرک للحاکم ج ۱۸ ص ۴۱۸ حدیث ۸۱۵۷

قال الحاکم هنا حدیث صحیح الاسناد علی شرط مسلم

(وبالفاظ مختلفة رواه ابو داؤد، والنسائی والبیہقی والدارقطنی وغيرهم)

(۲) - سنن ابی داؤد ج ۱۳ ص ۴ سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۶۰

(۳) - الدیلمی ج ۳ ص ۵۴۱ الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ۴۲۲

عبداللہ بن مسعود اور باقی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی نظریہ تھا کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے۔

صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علماء کی نظر میں

اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت امام باقر، حضرت امام جعفر الصادق، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی گستاخ رسول ﷺ کو واجب القتل قرار دیتے تھے۔ اور یونہی تمام عالم اسلام کے علماء و فقہاء اور صوفیائے کرام بھی گستاخ رسول ﷺ کو واجب القتل قرار دیتے ہیں اور کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔

گستاخ رسول ﷺ کی سزا: ممالک اور مذاہب

- ۱۔ قبل مسیح انبیاء کی توہین کی سزا رجم تھی۔
- ۲۔ یہود و ازم میں موسیٰ علیہ السلام کی اہانت پر رجم کیا گیا۔
- ۳۔ رومن بادشاہ جھنشینین (Justinian) نے عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت پر سزائے موت مقرر کی۔
- ۴۔ چین میں کوئم بدھ کے مجسمے کی توہین پر ایک شخص کا سرتن سے جدا کیا گیا۔
- ۵۔ مصر، شام، عراق، ایران، افغانستان، چین، ترکی اور باقی جملہ ممالک جہاں جہاں مسلم حکومت رہی اور اسلامی قانون کا نفاذ رہا وہاں وہاں گستاخ رسول ﷺ کی سزا سزائے موت تھی۔
- ۶۔ مغل بادشاہ اکبر کے دور حکومت میں بھی گستاخ رسول ﷺ کو سزائے موت دی گئی۔
- ۷۔ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے نوٹس اور فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ کے مطابق بھی گستاخ رسول ﷺ کی سزا سزائے موت مقرر کی گئی۔
- ۸۔ تقریباً دنیا کے تمام ممالک میں مذہبی راہنماؤں یا لٹریچر کی اہانت پر سزا

مقرر ہے۔

ان تمام تر اباحت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ کسی بھی ملک میں کسی بھی مذہب کے نزدیک کسی بھی رہنمایا لٹرچر کی اہانت کی اجازت نہیں ہے جب معبودانِ باطلہ کی اہانت کی بھی اجازت نہیں تو سچے خدا اور اس کے سچے رسول ﷺ کی اہانت کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟ لہذا کوئی بھی شترے بے مہار کی طرح بے راہ روی کا شکار ہونے لگے اور گستاخی رسول ﷺ کا ارتکاب کرے تو اس کی سزا یہی ہے کہ اس کا سرتن سے جدا کیا جائے اور اسے ذلیل و رسوا کر دیا جائے۔

گستاخ رسول ﷺ کو سزا کون دے؟

اگر کوئی شخص گستاخی رسول ﷺ کا مرتکب ہو تو اس کو عدالت کے حوالے کیا جائے تاکہ عدالت میں اس سے تفتیش کے بعد جرم ثابت ہونے کی صورت میں سزائے موت دے دی جائے لیکن اگر کوئی ایسا ملک ہے جہاں شریعت اسلامی کا نفاذ نہیں ہے اور وہاں اسلامی قانون کے مطابق فیصلے نہیں ہوتے یا عدالتیں مظلوم ہوں اور سزا کا نفاذ ممکن نہ ہو تو کوئی عاشق رسول ﷺ اگر کسی گستاخ رسول ﷺ کو واصلِ جہنم کرے تو یہ قانون اس صورت میں ماورائے عدالت متصور ہوگا اور اس عاشق رسول ﷺ کو کوئی عدالت سزا سنانے کی حق دار نہیں کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر کوئی چیف جسٹس اور قاضی القضاۃ نہیں اور قانون آپ کے در اقدس کی خیرات ہے لہذا آپ نے سزا نہیں سنائی تو کوئی اور کیسے سنا سکتا ہے؟

مصادر و مراجع

القرآن الکریم

- ۱- جامع البیان فی تاویل القرآن، لابی جعفر محمد بن جریر الطبری
- ۲- تفسیر القرآن العظیم، لابی الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی۔
- ۳- معالم التنزیل، لمحمد بن الحسین البغوی۔
- ۴- روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، لابی الفضل محمود آلوسی۔
- ۵- ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم، لابی السعد محمد بن محمد العمادی۔
- ۶- انوار التنزیل و اسرار التأویل، لعبد اللہ بن عمر البیضاوی۔
- ۷- النکت والعیون، لعلی بن محمد البغدادی الماوردی۔
- ۸- البحر المحیط، لابی حیان محمد بن یوسف۔
- ۹- الکشاف، لابی القاسم محمود بن عمرو جار اللہ الزمخشری۔
- ۱۰- لباب التأویل فی معانی التنزیل، لابی الحسن علی بن محمد الخازن۔
- ۱۱- الدر المنثور، لامام جلال الدین السیوطی۔
- ۱۲- التفسیر الکبیر لامام فخر الدین الرازی۔
- ۱۳- اضواء البیان، لامام شنقیتی۔

- ۱۴- ضیاء القرآن، لمحمد کرم شاہ الازہری۔
- ۱۵- صحیح البخاری، لامام محمد بن اسماعیل البخاری۔
- ۱۶- صحیح مسلم، لمسلم بن حجاج النیسابوری۔
- ۱۷- سنن النسائی الکبریٰ، لابی عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی۔
- ۱۸- سنن ابی داؤد، لامام ابی داؤد اشعث بن سلیمان۔
- ۱۹- المستدرک علی الصحیحین، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری۔
- ۲۰- سنن البیہقی الکبریٰ، لابی بکر احمد بن الحسن البیہقی۔
- ۲۱- الصحیح لابن حبان بترتیب ابن بلبان، ابو حاتم محمد بن حبان التیمی۔
- ۲۲- المصنف فی الاحادیث والآثار، ابو بکر عبد اللہ بن محمد ابن ابی شیبۃ الکوفی۔
- ۲۳- مشکل الآثار، لامام ابی جعفر الطحاوی۔
- ۲۴- شرح السنۃ الکبریٰ، لامام بغوی۔
- ۲۵- مسند الفردوس، لامام الدیلمی۔
- ۲۶- حاشیۃ السیوطی علی سنن النسائی، ابو الفضل عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی۔
- ۲۷- الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، لقاضی عیاض المالکی۔
- ۲۸- المثل السائر لابی الفتح الموصلی۔
- ۲۹- شان حبیب الرحمان من آیات القرآن، مفتی احمد یار خان نعیمی۔
- ۳۰- نور العرفان، مفتی احمد یار خان نعیمی۔

۳۱- المعجم الوسیط